ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

33

www.tanzeem.org

19 تا 25 ذوالقعدہ 1437ھ / 23 تا 29 اگست 2016ء

جسے تم دین سمجھتے ہو‘ بے دینی ہے

بدقسمتی سے ہم ایک ایسے دور سے گزر رہے ہیں کہ ہر نیا آفتاب ایک نئی آفت لے کر طلوع ہوتا ہے اور ہر رات فتنہ وفساد اور ظلم وعدوان کی نئی تاریکی چھوڑ کر جاتی ہے۔ روز بروز انسانی قدریں پامال ہو رہی ہیں، دینی شعائر مٹ رہے ہیں، دل ودماغ مسخ ہو رہے ہیں۔ جہل وعناد کی اس تاریک فضا میں دینی حقائق کو اجاگر کرنا اور دین کی بالکل واضح‘ بدیہی اور موٹی موٹی باتوں کو سمجھنا بھی بے حد مشکل ہو چکا ہے۔ جب بدی نیکی کا روپ دھار لے‘ جب صریح منکر کو معروف کا نام دیا جائے‘ جب سراپا جہل کو علم سمجھا جانے لگے اور جب بے حیائی اور بے حمیتی کو شرافت واخلاق کی سند مل جائے تو کون سمجھا سکتا ہے کہ یہ بات جسے تم دین سمجھ رہے ہو‘ بے دینی ہے اور جسے تم شرف ووقار سمجھتے ہو وہ ننگ انسانیت ہے۔ یوں تو دنیا میں حق وباطل کو گڈمڈ کرنے کی رسم بہت قدیم زمانے سے چلی آتی ہے اور حقائق اکثر ملتبس رہتے ہیں‘ لیکن اب تو عقلوں پر ایسا پردہ پڑا ہے کہ کسی صحیح بات کا انکشاف ہی نہیں ہوتا، بلکہ باطل محض کو حق کے رنگ میں پیش کیا جاتا ہے، شعائر کفر کو اسلامی شان وشوکت کا ذریعہ بتایا جاتا ہے، فسق وفواحش کو تقویٰ خیال کیا جاتا ہے۔ آج کتنی چیزیں ایسی ہیں جن سے رسول اللہ ﷺ کی توہین اور دین اسلام کی تذلیل ہوتی ہے، مگر بدفہمی کا یہ عالم ہے کہ انہی کو دین اسلام کے احترام کا ذریعہ بتایا جاتا ہے، جن چیزوں کو کل تک اعدائے اسلام رسول اللہ ﷺ سے بغض ونفرت کے اظہار کے لیے استعمال کرتے تھے‘ آج انہی چیزوں کو اسلام کے نادان دوست اسلام سے عقیدت کا مظاہرہ کرنے کے لیے اپناتے ہیں، ذہن وقلب کے مسخ ہو جانے کا قبیح منظر اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے؟

مولانا محمد یوسف بنوریؒ

اس شمارے میں

مودی کو جواب دیں!

یوم آزادی اور شکرگزاری کے تقاضے

غم کا عارضی منظر......

پاکستان کی کہانی، پاکستان کی زبانی

مہذب انداز گفتگو

سانحہ کوئٹہ، سائبر کرائم بل، پنجاب میں بچوں کا اغوا، پاکستانی اور اسرائیلی فضائیہ کی مشترکہ مشقیں

......کہ اہل ہند کی تقدیر بدل جائے!

ذاتِ باری تعالیٰ کا انکار

سُورۃُ الکھف | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات:37 تا 40

قَالَ لَہٗ صَاحِبُہٗ وَھُوَ یُحَاوِرُہٗۤ اَکَفَرۡتَ بِالَّذِیۡ خَلَقَکَ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ ثُمَّ سَوّٰىکَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰکِنَّا ھُوَ اللّٰہُ رَبِّیۡ وَلَاۤ اُشۡرِکُ بِرَبِّیۡۤ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوۡلَاۤ اِذۡ دَخَلۡتَ جَنَّتَکَ قُلۡتَ مَا شَآءَ اللّٰہُ ۙ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۚ اِنۡ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنۡکَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰی رَبِّیۡۤ اَنۡ یُّؤۡتِیَنِ خَیۡرًا مِّنۡ جَنَّتِکَ وَیُرۡسِلَ عَلَیۡھَا حُسۡبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصۡبِحَ صَعِیۡدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾

آیت ۳۷ ﴿قَالَ لَہٗ صَاحِبُہٗ وَھُوَ یُحَاوِرُہٗۤ﴾ ”اس کے ساتھی نے اس سے کہا اور وہ اس سے گفتگو کر رہا تھا“

﴿اَکَفَرۡتَ بِالَّذِیۡ خَلَقَکَ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ ثُمَّ سَوّٰىکَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾﴾ ”کیا تو نے کفر کیا اُس ہستی کا جس نے پیدا کیا تجھے مٹی سے‘ پھر گندے پانی کی بوند سے‘ پھر تجھے صحیح سلامت انسان بنا دیا؟“

یہاں یہ نکتہ بہت اہم ہے کہ وہ شخص بظاہر اللہ کا منکر نہیں تھا مگر پھر بھی اسے اللہ سے کفر کا مرتکب بتایا گیا ہے۔ وہ اس لیے کہ اس سے پہلے وہ آخرت کا انکار کر چکا تھا اور آخرت کا انکار دراصل اللہ کا انکار ہے۔ گویا جو شخص آخرت کا منکر ہو اس کا ایمان باللہ کا دعویٰ بھی قابل قبول نہیں۔

آیت ۳۸ ﴿لٰکِنَّا ھُوَ اللّٰہُ رَبِّیۡ وَلَاۤ اُشۡرِکُ بِرَبِّیۡۤ اَحَدًا ﴿۳۸﴾﴾ ”لیکن (میں تو مانتا ہوں کہ) وہ اللہ میرا رب ہے اور میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔“

آیت ۳۹ ﴿وَلَوۡلَاۤ اِذۡ دَخَلۡتَ جَنَّتَکَ قُلۡتَ مَا شَآءَ اللّٰہُ ۙ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۚ﴾ ”اور جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تو تو نے یوں کیوں نہ کہا: ماشاء اللہ! (یعنی یہ سب اللہ کے فضل و کرم سے ہے۔) اللہ کے بدون کسی کو کوئی طاقت حاصل نہیں۔“

تجھے جب باغ میں ہر طرف خوش کن مناظر دیکھنے کو ملے اور پورا باغ پھلوں سے لدا ہوا نظر آیا تو تیری زبان سے ”ماشاء اللہ“ کیوں نہ نکلا اور تو نے یہ کیوں نہ کہا کہ یہ میرا کمال نہیں بلکہ اللہ کی دین ہے جو اصل طاقت اور اختیار کا مالک ہے‘ اُس کی اجازت اور مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ ”ماشاء اللہ“ وہ کلمہ ہے جس میں توحید کوٹ کوٹ کر بھری ہے‘ کہ جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے‘ کسی اور کے چاہنے سے یا اسباب و وسائل کے ہونے سے کچھ نہیں ہوتا۔

﴿اِنۡ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنۡکَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾﴾ ”اگر تو مجھے دیکھتا ہے کہ میں تم سے مال اور اولاد میں کم ہوں۔“

آیت ۴۰ ﴿فَعَسٰی رَبِّیۡۤ اَنۡ یُّؤۡتِیَنِ خَیۡرًا مِّنۡ جَنَّتِکَ﴾ ”تو امید ہے کہ میرا رب تیرے باغ سے بہتر باغ مجھے دے دے“

مجھے یقین ہے کہ میرا رب اگر چاہے تو تمہارے ان باغوں سے بہتر نعمتوں سے مجھے نواز دے۔

﴿وَیُرۡسِلَ عَلَیۡھَا حُسۡبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصۡبِحَ صَعِیۡدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾﴾ ”اور وہ بھیج دے اس (تیرے باغ) پر کوئی آفت آسمان سے تو وہ صاف چٹیل میدان ہو کر رہ جائے۔“

یہ بھی ممکن ہے کہ تمہارے اس کفر و تکبر کے باعث اللہ تعالیٰ تمہارے باغوں پر کوئی ایسی آفت نازل کر دے کہ اس قطعہ زمین پر کسی درخت یا کسی بیل وغیرہ کا نام و نشان تک نہ رہے۔

فرمان نبویؐ

آخرت میں اللہ کی رحمت

عَنۡ سَلۡمَانَ الفارسی رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: ((اِنَّ لِلّٰہِ مِائَۃَ رَحۡمَۃٍ فَمِنۡھَا رَحۡمَۃٌ بِھَا یَتَرَاحَمُ الۡخَلۡقُ بَیۡنَھُمۡ وَتِسۡعَۃٌ وَّتِسۡعُوۡنَ لِیَوۡمِ الۡقِیَامَۃِ)) (رواہ مسلم)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی رحمت کے سو حصے ہیں، اس کی رحمت کے صرف ایک حصے کا کرشمہ ہے کہ خلقِ خدا ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے (اور اللہ کی رحمت کے) ننانوے حصوں کا ظہور قیامت کے دن ہوگا“۔

جنوں‘ انسانوں‘ چوپایوں‘ پرندوں اور جنگلی جانوروں کی زندگی پر ذرا غور کرو‘ ماں کو اپنی اولاد سے کتنا پیار ہے! چڑیا اپنے نوزائیدہ بچے کے منہ میں خوراک کیوں ڈالتی ہے؟ مصیبت زدہ اور مظلوم کی ہمدردی پر انسان کیوں مجبور ہے؟ دوستوں اور رشتہ داروں کی موت پر آنکھیں اشکبار کیوں ہو جاتی ہیں؟ بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں ہمدردی‘ غم گساری‘ احسان اور محبت کی کارسازیاں رحمان کی رحمت کا سایہ ہیں۔ یہ اللہ کی رحمت کا پرتو اور اس کا صرف ایک حصہ ہے‘ اس کی رحمت کے ننانوے حصوں کو قیامت کے دن ظاہر ہونا ہے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

19 تا 25 ذوالقعدہ 1437ھ جلد 25
23 تا 29 اگست 2016ء شمارہ 33

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ادار یہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مودی کو جواب دیں!

کل کی بات ہے کہ آرمی پبلک سکول پشاور کے حادثے نے قوم کو متحد کر دیا۔ عمران خان کنٹینر سے نیچے اُتر کر نواز شریف کے ساتھ ایک میز پر بیٹھ گئے۔ سیاسی جماعتیں چاہے اُن کا تعلق حکومت سے تھا یا اپوزیشن سے سب عسکری قیادت کے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھ گئیں لیکن حیرت کی بات ہے کہ آج جب قوم کوئٹہ کے حادثہ سے دو چار ہوئی ہے تو بھانت بھانت کی بولیاں بولی جا رہی ہیں۔ سب سے پہلے حکومتی اتحادیوں نے قومی اسمبلی میں یہ کہہ کر فوج کے خلاف طوفان اٹھا دیا کہ جو ایجنسیاں گدلے پانی سے سوئی ڈھونڈ نکالتی ہیں وہ 12 گلیوں کے شہر کوئٹہ میں دہشت گرد نہیں پکڑ سکتیں۔ یہاں تک کہ نظریاتی کونسل کے چیئرمین جنہیں ایسے معاملات میں بہت کم دخیل ہونا چاہیے، اُنہوں نے فوج کو خوب لتاڑا۔ فوج نے بھی جوابی کارروائی کرتے ہوئے یہ کہہ ڈالا کہ فوج کو تو ضرب عضب میں شاندار کامیابیاں مل رہی ہیں۔ سول انتظامیہ کی کارکردگی چونکہ انتہائی مایوس کن ہے لہٰذا ان کامیابیوں کے ثمرات عوام تک نہیں پہنچ پا رہے۔ علاوہ ازیں حکومت اور اپوزیشن میں موجود تناؤ اور کشیدگی میں بھی اضافہ ہوا۔ ایسا کیوں ہوا کہ ایک حادثہ نے اتحاد اور دوسرے نے انتشار پیدا کر دیا ہماری رائے میں اس کی وجہ یہ ہے کہ اتحاد کی بنیاد مثبت نہ تھی بلکہ منفی تھی۔ دہشت گردی ختم کرنا، اسے ثانوی حیثیت حاصل تھی جبکہ ریاست کے ایک ستون کا دوسرے ستون کو نیچا دکھانے کو اولیت حاصل تھی۔ ملکی حالات کو درست کرنے کی کوشش کندھے سے کندھا ملا کر نہیں ہو رہی بلکہ دوسرے کو کندھا مار کر ہو رہی ہے۔ ایسے میں کیسا اتحاد اور کیسی کامیابی؟ حقیقت میں ہاتھیوں کی اس جنگ میں گھاس بُری طرح مسلی جا رہی ہے۔ عوام اور عوامی مسائل سے نہ حکومت کو کوئی تعلق ہے نہ حزبِ اختلاف اس پر کوئی بات کرنے کو تیار ہے۔

اس افتراق و انتشار نے ہمیں خارجی سطح پر بھی زبردست نقصان پہنچایا ہے۔ بھارت اور اُس کا وزیر اعظم مودی کشمیر میں تحریک آزادی کو دبانے کی کوشش میں کشمیریوں پر جو ظلم وستم ڈھا رہا تھا اور اُس وجہ سے دنیا بھر میں بدنام ہو رہا تھا اُسے موقع مل گیا کہ وہ دنیا کی توجہ اپنی طرف سے ہٹا کر پاکستان کی طرف پھیر دے۔ یہاں یہ نکتہ نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ نریندر مودی نے یہ رویہ کوئٹہ میں ہونے والی دہشت گردی کے فوری بعد اختیار نہیں کیا بلکہ کوئٹہ سانحہ کے حوالہ سے پاکستان میں جب ایک دوسرے پر زبان سے گولا باری شروع ہوئی یعنی باہم الزام تراشیوں کا سلسلہ شروع ہوا تب نریندر مودی کو جرأت ہوئی اور اُس نے تمام سفارتی اداب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بلکہ اقوام متحدہ کے طے شدہ پروٹوکولز کو پاؤں تلے روندتے ہوئے بلوچستان اور کراچی کے حوالہ سے ہرزہ سرائی شروع کر دی اور ایسی باتیں کہہ ڈالیں جو واضح طور پر دوسری آزاد ریاست کے اندرونی معاملات میں مداخلت ہے۔ اُس نے دنیا کو یہ

بتانا چاہا کہ جو کچھ کشمیر میں ہو رہا ہے وہ کوئی انوکھی بات نہیں۔ بلوچستان میں بھی یہی کچھ بلکہ اس سے بڑھ کر ہی کچھ ہو رہا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں پاکستان کی طرف سے نہ حکومت نہ اپوزیشن کسی نے اُسے جواب نہیں دیا۔ جبکہ مودی کو دندان شکن جواب دیا جا سکتا تھا۔ مقبوضہ کشمیر اور بلوچستان کو ایک ہی صف میں کھڑا کر کے بات کرنا غلط ہی نہیں بد دیانتی پر بھی مبنی ہے۔ بلوچستان میں وقفہ وقفہ سے دہشت گردی کا ارتکاب ہو رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ آج دنیا کا کون سا ملک اور شہر دہشت گردی سے مکمل طور پر بچا ہوا ہے؟ یقیناً بلوچستان میں دہشت گردی کے واقعات بہت زیادہ ہو رہے ہیں لیکن کون نہیں جانتا کہ ہمسایہ ملک بھارت اُس میں اہم رول ادا کر رہا ہے جبکہ آج مقبوضہ کشمیر میں دہشت گردی کے واقعات نہیں ہو رہے کہ بھارت پاکستان کو موردالزام ٹھہرائے بلکہ وہاں آزادی کا نعرہ لگاتے ہوئے پچاس پچاس ہزار کا جلوس نکل رہا ہے۔ بھارت برہان وانی کو دہشت گرد کہہ کر شہید کرتا ہے لیکن لاکھوں لوگ اُس کا نماز جنازہ ادا کرتے ہیں اور کشمیر میں پچاس جگہ اُس کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی جاتی ہے کیا بلوچستان میں دہشت گردوں کے حق میں پچاس یا سو افراد بھی جلوس نکال سکتے ہیں، ہرگز نہیں۔ اس لیے کہ دہشت گردوں کو وسیع پیمانے پر عوامی حمایت حاصل نہیں ہے۔ یہاں تک کہ جب کوئی دہشت گرد مارا جاتا ہے تو اُس کی لاش وصول کرنے کوئی نہیں آتا۔ بلوچستان میں مودی کے بیان کے بعد مودی مردہ باد کے جلوس نکلے ہیں۔ اِس پر بھارت یہ کہے گا کہ یہ جلوس پاکستان کی حکومت یا اسٹیبلشمنٹ نے ارینج (arrange) کیے ہوں گے۔ چلیے ہم اس کو تسلیم کر لیتے ہیں تو کیا بھارتی حکومت یا بھارتی اسٹیبلشمنٹ مقبوضہ کشمیر میں بھارت کے حق میں جلوس ارینج کر سکتی ہے؟ وہاں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مقبوضہ کشمیر کے اکثر علاقے کرفیو کی زد میں ہیں۔ کشمیری کرفیو کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بھارتی حکومت کے جابرانہ اور غاصبانہ قبضہ کے خلاف احتجاج کرتے ہیں۔ بلوچستان کے کچھ لوگ وفاق سے یقیناً ناراض ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اُن کی تعداد سینکڑوں میں نہیں تو چند ہزار ہو گی۔ کیا امریکہ کی ریاستوں میں ایسے لوگ نہیں جو اپنی ریاست کو ریاست ہائے متحدہ امریکہ سے الگ دیکھنا چاہتے ہیں؟ وہ ہزاروں کی تعداد میں امریکہ کے صدر کو اس حوالہ سے خط لکھتے ہیں۔ مقبوضہ کشمیر کو ایک دنیا disputed area قرار دیتی ہے۔ کیا کبھی بلوچستان کو کسی ملک نے disputed قرار دیا؟ 1948ء میں خود بھارت کشمیر کے مسئلہ کو سلامتی کونسل میں لے کر گیا تھا اور وہاں کشمیریوں کو استصواب رائے کا حق دینے کا وعدہ کیا تھا اور بعد ازاں مکر گیا۔ کیا ایسا کوئی معاملہ بلوچستان کا ہے؟ بھارت کی فوج کی کل تعداد چودہ لاکھ ہے، جس میں سے نصف یعنی سات لاکھ کشمیریوں کی تحریک کو دبانے اور اُن پر ظلم وستم ڈھانے کے لیے مقبوضہ کشمیر میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے جبکہ بلوچستان جو جغرافیائی لحاظ سے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے وہاں پاکستان کی فوج کا معمولی حصہ متعین ہے۔ اُس کے باوجود کوئی عوامی مظاہرہ نہیں ہوتا۔ البتہ ”را“ کی مدد سے دہشت گردی کے واقعات ہو جاتے ہیں اور چند سو گمراہ لوگ اس حوالہ سے اُن سے تعاون کرتے ہیں۔ لیکن دہشت گردی فرانس اور جرمنی میں بھی ہو رہی ہے۔ وہاں بھی دہشت گرد چھپ کر کارروائی کرتے ہیں۔ کسی جلسہ جلوس کا سوال ہی نہیں۔ مودی اتنے بھولے کیوں بنتے ہیں؟ کیا وہ نہیں جانتے کہ ہمسائے دہشت گردی تو کروا سکتے ہیں ہزاروں اور لاکھوں کا جلوس نہیں نکلوا سکتے۔ اتنے بڑے جلوسوں کا مطلب ہے کہ علاقے میں وسیع پیمانے پر عوام اُس تحریک کے حق میں ہے۔

یہ بات ہماری عقل اور فہم سے بالاتر ہے کہ جب بھارت کا وزیر اعظم اتنا بڑا منہ کھول کر پاکستان کے حوالہ سے ہذیان بک رہا ہے تو ہمارے وزیر اعظم منہ میں گھنگنیاں کیوں ڈالے ہوئے ہیں۔ فوج، سیاست دان، میڈیا اور عوام میں سے ہر طبقہ کے لوگ پکار اٹھے ہیں کہ بلوچستان اور کراچی میں بھارت دہشت گردوں کی پیٹھ ٹھونک رہا ہے۔ اُنہیں وسائل اور اسلحہ بارود مہیا کر رہا ہے۔ افغانستان میں پاؤں جمانے کا اصل مقصد ہی پاکستان کے خلاف اس طرح کی کارروائیاں کرنا ہے۔ بنگلہ دیش کے دورہ کے دوران مودی نے برملا اعتراف کیا کہ بھارت نے پاکستان کو دولخت کرنے میں مرکزی رول ادا کیا تھا۔ کل بھوشن یادیو بھارت کی خفیہ ایجنسی کا سرونگ آفیسر رنگے ہاتھوں بلوچستان میں گرفتار ہوا۔ حال ہی میں مودی نے بلوچستان کے حوالہ سے ہرزہ سرائی کی ہے لیکن مجال ہے ہمارے وزیر اعظم نواز ”انتہائی“ شریف نے بھارت کے خلاف ”را“ کے بارے میں یا کم از کم ”را“ کے جاسوس کے پکڑے جانے پر بھارت یا اُس کی خفیہ ایجنسی کے خلاف مذمت کا ایک لفظ بھی اپنی مبارک زبان سے نکالا ہو۔ محترم وزیر اعظم! مودی کو جواب دیں ورنہ قوم آپ سے جواب مانگے گی۔ یاد رہے بہت سے جوابات آپ کی طرف Due ہو گئے ہیں۔ ایسا نہ ہو اوپر سے کوئی جواب نازل ہو جائے۔ کشمیریوں کا خون جب روز قیامت اللہ تعالیٰ کی عدالت میں قصاص کا مطالبہ کرے گا تو مودی کے ساتھ ساتھ پاکستان کے آج تک کے تمام حکمرانوں کو بھی جواب دینا پڑے گا اور یہ سودا بڑے خسارے کا ہوگا۔ آج وقت ہے کل نہیں رہے گا۔

یومِ آزادی اور شکر گزاری کے تقاضے

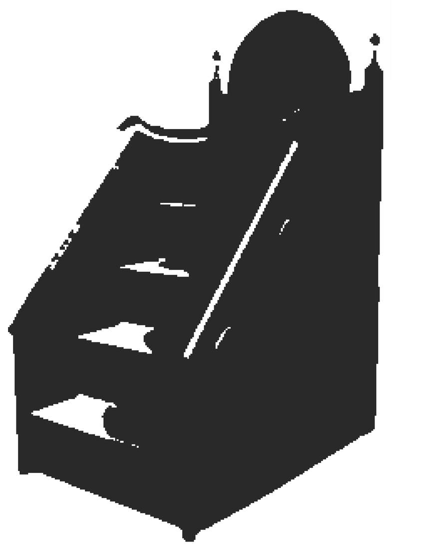

سورۃ الانفال کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 12 اگست 2016ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

حضرات محترم! 14 اگست کو چونکہ ہمارے ہاں یوم آزادی منایا جاتا ہے اور کئی لوگوں کی طرف سے فرمائش بھی ہے اس لیے آج ہمارا موضوع یوم آزادی ہوگا۔ بلاشبہ قومی اعتبار سے اس سے بڑا دن کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمیں چاہیے تھا کہ ہم 27 رمضان المبارک کو اپنا یوم آزادی قرار دیتے ۔ اس لیے کہ وہ مبارک شب تھی، مبارک دن تھا اور مبارک مہینہ تھا جس میں اللہ نے ہمیں ملک کا تحفہ عطا کیا تھا۔ لیکن ہم نے پہلے دن سے ہی اس کو اور رنگ دے دیا۔ بجائے 27 رمضان کے 14 اگست کو یوم آزادی قرار دیا جس کے نتیجے میں اسلام کے ساتھ ہمارا تعلق کمزور سے کمزور تر ہوتا چلا گیا۔ اسی طرح ہم نے تاریخ سے بھی اپنا ناطہ توڑ کر گمراہیوں کو آواز دی اور آج انہی گمراہیوں کا نتیجہ ہے کہ ہم اپنے ماضی اور اپنی اصل بنیاد سے کٹ چکے ہیں۔ نتیجہ میں ہمارا مستقبل بھی اندھیروں کی نذر ہوتا نظر آ رہا ہے۔ قرآن مجید نے قوموں کے معاملات اتنی تفصیل سے بتائے ہیں کہ ہر قوم کو اپنا چہرہ قرآن مجید میں نظر آ سکتا ہے۔ حضرت علیؓ سے مروی ایک جامع حدیث کا مفہوم ہے: ”یہ کتاب وہ ہے جس میں تم سے پہلوں کا بھی ذکر ہے، بعد میں آنے والوں کا بھی اور تمہارے تمام جھگڑوں کا حل اور آخری حکم بھی اس میں موجود ہے“۔ اس بات کا اشارہ قرآن میں بھی کئی مقامات پر موجود ہے۔ ﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۱۰﴾ (الانبیاء) ”(اے لوگو!) اب ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب نازل کر دی ہے، اس میں تمہارا ذکر ہے۔ تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟“

مفسرین نے اس آیت کی مخاطب نزول قرآن سے لے کر تا قیامت کی تمام اقوام عالم کو قرار دیا ہے۔ اس تناظر میں بحیثیت قوم آج اگر ہم اپنا جائزہ لیں تو سورۃ الانفال کی آیت 26: میں پوری تاریخ پاکستان سمٹ کر سامنے آجاتی ہے اور ماضی کی گمراہیوں کی نشاندہی، عذابوں اور گردابوں میں پھنسے حال اور اندھیروں میں ڈوبتے مستقبل کا احوال بھی موجود ہے۔

﴿وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ ”اور یاد کرو جبکہ تم تھوڑی تعداد میں تھے اور زمین میں دبا لیے گئے تھے“

مرتب: ابو ابراہیم

اس آیت میں اصل تذکرہ تو ان مسلمانوں کا ہے جو مشرکین مکہ کے مظالم سہہ رہے تھے۔ لیکن ظاہر ہے اشارہ ہماری طرف بھی ہے۔ مکہ میں جہاں یہ کہنا کہ میں ایک اللہ کو مانتا ہوں اپنے آپ کو مصائب اور مشکلات میں ڈالنے کے مترادف تھا۔ حضور نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کی سخت محنت اور جانفشانی کے باجود مکہ میں مسلمانوں کی کل تعداد 200 تھی جبکہ مشرکین کی تعداد ہزاروں میں تھی اور انہوں نے ایمان لانے والے نومسلموں کا ہر طرح سے گھیراؤ کیا ہوا تھا۔

قیام پاکستان سے قبل مسلمانانِ برصغیر کی بعینہ وہی حالت تھی جو مکہ کے مسلمانوں کی تھی۔ برصغیر پر مسلمانوں نے اگرچہ ساڑھے آٹھ سو سال تک حکمرانی کی لیکن انگریزوں کی غلامی میں آ کر وہ بدترین اقلیت میں بدل گئے تھے۔ چونکہ انگریزوں نے اقتدار مسلمانوں سے چھینا تھا اور 1857ء کی جنگ آزادی میں بھی مسلمان ڈٹ کر انگریز کے قبضہ کے خلاف لڑے تھے۔ اس لیے انگریزوں نے اس کا بدترین انتقام مسلمانوں سے لیا اور انہیں ہر شعبۂ زندگی میں پسماندہ تر کر دیا۔ جبکہ divide and rule فارمولے کے تحت انگریزوں نے ہندوؤں کو اُٹھایا، انہیں مسلمانوں کے خلاف کھڑا کیا اور سیاست، تجارت، معاش اور معاشرت سمیت ہر شعبۂ زندگی میں ان کو مسلمانوں پر ترجیح دی گئی۔ چنانچہ انگریزوں کی اس سپورٹ کے باعث ہندو نہ صرف جاگ اُٹھے تھے بلکہ ان کے دلوں میں بھی مسلمانوں کے خلاف نفرت کی آگ بھی بھڑک اُٹھی ۔ وہ تعداد میں بھی کئی گنا زیادہ تھے، انہیں انگریزوں کی بھی مکمل سپورٹ حاصل تھی اور اب وہ ہر میدان میں مسلمانوں سے آگے بھی تھے۔ جبکہ مسلمان اب دوہری غلامی میں پس رہے تھے۔

﴿تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ﴾ ”تمہیں اندیشہ تھا کہ لوگ تمہیں اُچک لے جائیں گے“

مشرکین کے بے انتہا ظلم وستم کے باعث کئی صحابہؓ شہید بھی ہوگئے تھے اور باقی اہل ایمان کو بھی ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ کہیں ان کا وجود مٹا نہ دیا جائے۔

اسی طرح اگرچہ برطانیہ اپنی بساط لپیٹ رہا تھا لیکن جاتے جاتے ہندو اکثریت کی صورت میں مسلمانوں پر ایک غاصب، ظالم و جابر قوت مستقل طور پر مسلط کرنے کا خواہاں تھا اور یہ وہ قوت تھی جس نے اپنی بھیانک تاریخ میں ہزاروں قوموں کو اپنے ابلیسی ہتھکنڈوں کے باعث

اس طور پر نگل لیا تھا کہ تاریخ میں ان کا نام ونشان تک نہ رہا تھا۔ چنانچہ ہندو اکثریت کے غلبہ کی صورت میں یہ قوت اب مسلمانانِ برصغیر کو بھی ہڑپ کرنا چاہتی تھی اور بحیثیت قوم مسلمانوں کا نام ونشان تک مٹانے کے درپے تھی۔ اس مقصد کے لیے ہندوؤں نے باقاعدہ شدھی اور سنگھٹن تحریکوں کا آغاز کر دیا تھا جن کے تحت مسلمانوں کو دوبارہ ہندو بنانا مقصود تھا۔ کیونکہ انگریزوں نے تاریخ کے نام پر ہندوؤں کو باور کرا دیا تھا کہ باہر سے تھوڑے ہی مسلمان ہندوستان میں داخل ہوئے تھے۔ باقی سب ہندو نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ ہندوؤں نے ان کو دوبارہ ہندومت میں ضم کرنے کے لیے شدھی اور سنگھٹن تحریکیں پورے ہندوستان میں زور شور کے ساتھ جاری کی ہوئی تھیں اور اب چونکہ وہ ہر شعبہ میں مضبوط ہو گئے تھے اور انہیں انگریز کی پشت پناہی بھی حاصل تھی لہٰذا انہیں بڑی کامیابیاں مل رہی تھیں۔ ہندوستان کے کئی علاقوں میں مسلمان ان تحریکوں کا لقمہ بن کر یا تو جانوں سے ہاتھ دھو رہے تھے یا پھر ارتداد کے مرتکب ہو رہے تھے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے مولانا الیاسؒ کو اٹھایا اور انہوں نے ہندوؤں کی اس سازش کے آگے روک لگائی تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ میوات کے علاقے میں مسلمان دوبارہ ہندومت کی طرف جا رہے ہیں۔ وہاں علم دین کی بڑی کمی تھی اور ہندو رسوم و رواج کا اس قدر غلبہ تھا کہ مسلمان مولوی سے نکاح پڑھوانے کے باوجود ہندو رواج کے مطابق پھیرے بھی لیتے تھے اور شادی کی ساری ہندوانہ رسمیں بھی ادا کرتے تھے۔ مولانا الیاسؒ نے میوات سے مزدوری کی غرض سے آنے والے مزدوروں کو دیہاڑی کے حساب سے اُجرت دے کر دین سکھانے کا آغاز کیا۔ وہ انہیں اپنے مدرسے میں لے جاتے تھے اور وہاں انہیں دین کی بنیادی باتیں سکھاتے تھے۔ مولانا کی کاوشوں سے یہ مزدور واپس میوات جا کر لوگوں کو دین سکھانے لگے اور دیکھتے دیکھتے ایک تحریک شروع ہوئی اور ہندوؤں کو ناکام ہونا پڑا۔ لیکن اس کے باوجود کئی علاقوں میں مسلمان ہندو تحریکوں کا شکار ہوئے۔ جو باقی بچے تھے انہیں بھی ووٹ کی بنیاد پر اپنی حیثیت مٹتی ہوئی محسوس ہوتی تھی اور پورے برصغیر میں مسلمانوں کو خدشہ لاحق تھا کہ وہ اقلیت بن کر ہمیشہ کے لیے ہندوؤں کے غلام بن جائیں گے۔

﴿فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ﴾ ”تو اللہ نے تمہیں پناہ کی جگہ دے دی اور تمہاری مدد کی اپنی خاص نصرت سے“۔

عام حالات میں ایسا ممکن نہیں تھا کہ اتنے سخت حالات اور کم تعداد کے باوجود کوئی جماعت غلبہ حاصل کر لے لیکن اللہ کے دین کی مدد کرنے والوں کے لیے یہ اللہ تعالیٰ کی خاص تدبیر تھی کہ تین سال کے اندر اندر مدینہ طیبہ کے دو بڑے قبائل اوس اور خزرج مسلمان ہو گئے، ان کی آپس میں سینکڑوں سالہ پرانی دشمنی بھی ختم ہو گئی اور وہ آپس میں بھائی بھائی بن کر اسلام اور مومنین کے مددگار بن گئے۔ اس طرح مکہ کے ان مسلمانوں کو یثرب میں ایک محفوظ ٹھکانہ مل گیا جنہیں اپنی قلیل تعداد کے باعث خدشہ تھا کہ ان کا وجود تک مٹا دیا جائے گا۔

اسی طرح بظاہر کوئی اُمید نہیں تھی کہ مسلمان برصغیر میں دوبارہ سر اُٹھا سکیں گے۔ خدشہ تھا کہ اگر انگریز کی غلامی سے نکل بھی گئے تو ہندو اکثریت کی تلوار ان کے سروں پر ہمیشہ لٹکتی رہے گی۔ کانگریس ہندو اکثریت کی نمائندہ جماعت تھی جس میں وقت کے نامور اور بڑے بڑے مسلم قائدین بھی شامل تھے۔ جبکہ مسلم لیگ صرف نوابوں کا ایک ٹولہ تھا۔ جماعت احرار، خاکسار گروپ اور علمائے ہند کی ایک بڑی تعداد مسلم لیگ سے الگ تھی۔ ہندو نہ صرف تقسیم برصغیر کے خلاف تھے بلکہ وہ مسلمانوں کو بحیثیت علیحدہ قوم تسلیم کرنے سے ہی انکاری تھے۔ انگریز سرکار بھی ظاہری و باطنی طور پر ہندو اکثریت کے ساتھ تھی۔ ان حالات میں ممکن ہی نہیں تھا کہ پاکستان بن جاتا مگر

پریس ریلیز 19 اگست 2016ء

نریندر مودی کی بلوچستان کے بارے میں ہرزہ سرائی درحقیقت پاکستان کے اندرونی معاملات میں کھلی مداخلت ہے

وزیراعظم نواز شریف بھارتی وزیراعظم کو دندان شکن جواب دینے کی بجائے پُراسرار خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں

حافظ عاکف سعید

نریندر مودی کی بلوچستان کے بارے میں ہرزہ سرائی درحقیقت پاکستان کے اندرونی معاملات میں کھلی مداخلت ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطبہ جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ مودی نے کشمیر سے دنیا کی توجہ ہٹانے کے لیے بلوچستان کا ذکر کیا ہے اور اپنے تئیں یہ کوشش کی ہے کہ دنیا کو باور کرایا جائے کہ اگر بھارت کشمیر میں ظلم وستم ڈھا رہا ہے تو یہی کام بلوچستان میں پاکستان کر رہا ہے۔ حالانکہ بلوچستان اور کشمیر کے حالات اور تاریخی پس منظر میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ کشمیر کو دنیا متنازع علاقہ مانتی ہے، سلامتی کونسل کشمیر میں استصواب رائے کرانے کا فیصلہ صادر کر چکی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بلوچستان میں بھارت کی خفیہ ایجنسی را دہشت گردوں کی سرپرستی کر رہی ہے جبکہ اب کشمیر میں دہشت گردی کے کوئی واقعات رونما نہیں ہو رہے بلکہ بھارت سے آزادی حاصل کرنے کے لیے ایک عوامی تحریک چل رہی ہے جس میں پچاس پچاس ہزار افراد شریک ہو رہے ہیں اور دنیا تسلیم کر چکی ہے کہ کشمیر میں برپا موجودہ تحریک خالصتاً مقامی ہے۔ کشمیری ہر صورت بھارت سے آزادی چاہتے ہیں۔ انہوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ وزیراعظم نواز شریف بھارتی وزیراعظم کو دندان شکن جواب دینے کی بجائے پُراسرار خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ توہین رسالت کے قانون کے حوالہ سے امریکہ کے پیٹ میں پھر مروڑ اٹھا ہے اور اس نے پاکستان سے رابطہ کر کے کہا ہے کہ یہ قانون انسانی حقوق کے خلاف ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر اس قانون سے چھیڑ خانی کی گئی تو مذہبی جماعتیں ماضی کی طرح ایک بار پھر عوامی تحریک چلائیں گی۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی)

جب پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ کے نعرے برصغیر کی فضاؤں گونجنا شروع ہوئے تو مسلم لیگ کو ایک نئی قوت میسر آئی۔ قائداعظم جو حالات سے مایوس ہوکر واپس لندن جا چکے تھے، علامہ اقبال کی سفارش پر واپس آئے اور انہوں نے مسلمانوں کی قیادت سنبھال لی اور بالآخر 14 اگست 1947ء کو رمضان کی ستائیسویں شب (جس کے بارے میں غالب امکان ہے کہ وہ شب قدر تھی اور یہی وہ مبارک رات تھی جس میں قرآن نازل ہوا تھا) کو پاکستان معرض وجود میں آگیا۔ ایسا صرف اور صرف اللہ کی مدد اور تائید سے ممکن ہوا تھا۔ اس لیے کہ مسلمانوں نے وعدہ کیا تھا کہ پاکستان کا مطلب لا الٰہ الا اللہ ہوگا۔ اس حوالے سے خود قائداعظم نے بھی اعتراف کیا تھا کہ قیام پاکستان اللہ تعالیٰ کی تائید غیبی سے ہی ممکن ہوا۔ قائداعظم کے بالکل آخری دور میں جب وہ بستر مرگ پر تھے اور ٹی بی کے علاوہ دوسرے عوارض بھی انہیں لاحق ہو چکے تھے تو ان کی دیکھ بھال کے لیے ڈاکٹروں کی پوری ٹیم ان کے ساتھ ہوتی تھی۔ اس ٹیم میں ڈاکٹر ریاض علی شاہ بھی شامل تھے۔ انہوں نے اپنی یادداشتوں (جنہیں بعض اخبارات نے بھی شائع کیا تھا) میں لکھا ہے کہ ایک روز ہم نے محسوس کیا کہ قائداعظم کچھ کہنا چاہ رہے ہیں۔ ٹی بی کا افیکٹ اتنا گہرا ہو چکا تھا کہ بات بھی کرتے تھے تو ہانپ جاتے تھے اور یہ صورتحال ان کے لیے بڑی خطرناک ہو سکتی تھی۔ اس لیے ہم نے انہیں بات کرنے سے منع کیا ہوا تھا۔ ڈاکٹرز نے مشورہ کیا کہ جو کہنا چاہتے ہیں اس کا موقع دینا چاہیے ورنہ اس کا بھی منفی اثر پڑے گا۔ لہٰذا سب نے کان لگا کر سننے کی کوشش کی۔ پہلی بات انہوں نے یہ کی کہ جب مجھے احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن گیا تو آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ مجھے کتنی خوشی ہوتی ہے اور میری روح کو اطمینان حاصل ہوتا ہے لیکن ساتھ ہی انہوں نے کہا کہ یہ اللہ کی تائید اور رسول خدا کے فیضان کے بغیر ممکن ہی نہیں تھا۔ اگلے الفاظ پاکستان کے اصل مستقبل کے حوالے سے بہت زیادہ اہم ہیں جو یہ تھے ''اب مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ یہاں پر خلافت راشدہ قائم کریں''۔

﴿وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ﴾ ''اور تمہیں بہترین پاکیزہ رزق عطا کیا''۔

مسلمان اگرچہ مکہ سے ہجرت کر کے خالی ہاتھ آئے تھے۔ مگر اللہ نے اپنے فضل سے انہیں بہترین رزق کے ذرائع عطا کیے۔ انہیں یثرب کے باغوں کا مالک بنا دیا اور ان کے گھر پہلے سے بھی بہتر انداز میں آباد ہو گئے۔

برصغیر کے مسلمانوں کو بھی اللہ نے پاکستان کی صورت میں دو آزاد خطے عطا کیے۔ جن میں وہ تمام نعمتیں موجود ہیں جو شاید ہی دنیا کے کسی ملک کو مکمل میسر ہوں۔ چاروں موسم، زرخیز زمینیں، وافر دریائی پانی، معدنیات وغیرہ۔ ایسی خاص نعمتیں جب کسی قوم کو عطا کی جاتی ہیں تو اصل میں یہ ان کے لیے سخت آزمائش بھی ہوتی ہے:

﴿لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝٢٦﴾ تاکہ تم شکر ادا کرو۔''

چنانچہ آپ ﷺ کی راہنمائی میں مسلمانوں نے شکر گزاری کا حق اللہ کے دین کے غلبے کے لیے اپنا تن من دھن لگا کر ادا کیا اور اس کے نتیجے میں اللہ نے بھی اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے انہیں دنیا میں غالب کر دیا۔ دنیا نے دیکھا کہ وہ بوریا نشین مسلمان جو خالی ہاتھ تھے اور جنہیں ہر وقت اپنے وجود کے خاتمے کا دھڑکا لگا رہتا تھا اب قیصرو کسریٰ کے مالک بن گئے تھے اور دنیا کی سپر طاقتوں پر ان کا لرزا طاری تھا۔

دوسری طرف پاکستانی قوم پر شکر گزاری کا تقاضا تھا کہ وہ اللہ سے کیا ہوا اپنا وعدہ پورا کرتی۔ لا الٰہ الا اللہ کی بنیاد پر اللہ کی حاکمیت مانی جاتی اور محمد رسول اللہ ﷺ کا نظام قائم کیا جاتا۔ ویسے بھی مسلمان کسی علاقے میں ہوں اور وہاں اللہ کا دین نافذ نہ کریں تو باغی ہیں اور جس قوم پر اللہ نے اتنا بڑا احسان کیا ہو تو اس پر تو لازم تھا کہ شکر گزاری کے طور پر اپنا وعدہ پورا کرتی۔ چنانچہ سورۃ الانفال کی اگلی آیت میں اسی بات کی تلقین نظر آتی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ﴾

''اے اہل ایمان! مت خیانت کرو اللہ سے اور رسول (ﷺ) سے''

﴿وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝٢٧﴾

''اور نہ ہی اپنی (آپس کی) امانتوں میں خیانت کرو جانتے بوجھتے۔''

لیکن نظام مصطفیٰ سے منہ موڑ کر ہم اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ بھی خیانت کے مرتکب ہوئے اور قومی امانتوں میں بھی جی بھر کر خیانت کی۔ حالانکہ قائداعظم نے قیام پاکستان کے فوراً بعد علامہ اسد کو Institute of Reconstruction of Islamic System کے نام سے ایک ادارہ بنانے پر مامور کیا تھا۔ جس کے تحت پورے سسٹم کو اسلامائز کرنا مقصود تھا۔ علامہ اسد نے سب سے پہلے نظام تعلیم پر کام شروع کیا اور مشورہ دیا کہ جب تک اسلامی نظام تعلیم نہیں بن جاتا سکولوں اور کالجوں کو بند کر دیا جائے کیونکہ یہ انگریزی نظام تعلیم نئی نسل کو برباد کر دے گا۔ بہرحال علامہ اسد نے کام جاری رکھا لیکن قائداعظم کی وفات کے بعد بیوروکریسی نے خیانت (کرپشن) کا آغاز سب سے پہلے اسی اہم ادارے سے شروع کیا جس کے ذمہ پورے سسٹم کو اسلامائز کرنا تھا۔ چنانچہ بیوروکریسی نے سوچی سمجھی سازش کے تحت علامہ اسد کو سفیر بنا کر بیرون ملک بھیج دیا اور پیچھے ان کا کیا ہوا سارا کام جلا کر راکھ بنا دیا۔ گویا کہ ہم بھول گئے تھے کہ اللہ نے یہ ملک ہمیں کس مقصد کے تحت عطا کیا تھا۔ سورۂ یونس کی یہ آیت بھی قابل غور ہے:

﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِن بَعْدِهِمْ لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ۝١٤﴾ ''پھر ان کے بعد ہم نے تمہیں زمین میں جانشین بنا دیا' تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیا کرتے ہو!''

ہمارا کرنے کا اصل کام تو یہی تھا کہ ہم ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ'' کو عملاً ثابت کرتے ہوئے اللہ کا دیا ہوا نظام قائم کرتے۔ یہی شکر گزاری کا تقاضا بھی تھا اور قائداعظم نے بھی اس حوالے سے علامہ اسد کو کام سونپ دیا تھا اور بالکل آخری وقت میں ''خلافت راشدہ'' کا لفظ خاص طور پر استعمال کر کے تلقین کر دی تھی کہ پاکستان کا نظام کیا ہوگا؟ نیز آپ نے پاکستان کے معاشی نظام کو بھی اسلامائز کرنے کے لیے سٹیٹ بینک پشاور کی بلڈنگ کے افتتاح کے موقع پر واضح فرمایا تھا: ''مغرب کے معاشی نظام نے انسانیت کے لیے لاینحل مسائل پیدا کر دیے ہیں۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایک مثالی معاشی نظام پیش کرنا ہے جو انسانی مساوات اور معاشرتی انصاف کے سچے اسلامی تصورات پر قائم ہو''۔

لیکن قائداعظم، علامہ اقبال اور بانیانِ پاکستان کے واضح تصورات و نظریات کے باوجود ہماری احسان فراموشی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی۔ اللہ کے دین کے ساتھ دشمنی اور اللہ کے دشمنوں کے ساتھ ہماری دوستیاں، اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ غداری اور دشمنانِ دین کے ساتھ وفاداریاں۔ یہاں تک کہ سودی نظام کا سرکاری سطح پر دفاع کر کے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کا کھلم کھلا اعلان، یہ سب ہم نے کیا اور پھر کیا ہوا۔ صرف 24 سال بعد اپنے سب سے بڑے دشمن سے ہمیں شکست ہوئی اور آدھا پاکستان ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔ سبق ہم

نے پھر بھی نہیں سیکھا۔ تاہم اللہ نے پھر بھی ہم پر اپنی عنایات جاری رکھیں ہیں۔ ہمیں ایٹمی قوت عطا کی اور ایک بار پھر اُٹھایا لیکن ہم نے نہیں سدھرنا تھا نہیں سدھرے۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

آج بھی ہمارے سیکولر دانشور کہتے ہیں پاکستان اسلام کے نام پر بنا ہی نہیں تھا۔ بلکہ اب ہمارے یہی دانشور یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ یہ ایٹمی صلاحیت بھی ہمارے لیے وبالِ جان ہے، اصل فتنے کی جڑ ہے۔

بحیثیت قوم یہ ہمارا عظیم المیہ ہے کہ ہم نے ناشکری کی آخری حدوں کو بھی پار کر دیا اور نتیجہ میں آج ہم کہاں کھڑے ہیں۔ پاکستان ایسا ملک ہے جس میں ہر نعمت موجود ہے، کیا کچھ اللہ نے ہمیں عطا نہیں کیا لیکن اس کے باوجود ہم آج محروم ہیں۔ ملک میں خانہ جنگی کی کیفیت ہے۔ افراتفری ہے، نفسانفسی ہے۔ یہ سب کیوں ہے؟ قرآن ہمیں یہ بھی بتا رہا ہے:

﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ﴾ ”اور اللہ نے مثال بیان کی ہے ایک بستی کی جو بالکل امن و اطمینان کی حالت میں تھی، آتا تھا اس کے پاس اس کا رزق بافراغت ہر طرف سے“

یہاں بھی نہ داخلی طور پر کوئی انتشار تھا اور نہ باہر سے کوئی خطرہ تھا۔ رزق کے تمام ذرائع اللہ نے ہمیں فراہم کیے ہوئے تھے۔ ہر طرف امن و سکون تھا۔

﴿فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ﴾ ”تو اس نے ناشکری کی اللہ کی نعمتوں کی“

ظاہر ہے شکرگزاری کا تقاضا تو یہی تھا کہ ہم اللہ کو واقعی اپنا رب مانتے کہ وہ حاکمِ اعلیٰ ہے۔ ہم نے اس کے نظام کے تحت زندگی گزارنی ہے۔ مگر ہم نے ناشکری کی۔

﴿فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝١١٢﴾ (سورہ نحل:112) ”تو اسے چکھا (پہنا) دیا اللہ نے لباس بھوک اور خوف کا، اُن کے کرتوتوں کی پاداش میں۔“

آج ہم پر بھی یہی دو عذاب بُری طرح سے مسلط ہیں۔ شہروں میں تو کچھ فلائی اوور، اورنج ٹرین کے منصوبے بن رہے ہیں، سڑکیں اچھی بن رہی ہیں لیکن مجموعی طور پر ملک کی نصف آبادی خطِ غربت سے نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے اور اس شرح میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ عام آدمی کے ذرائع آمدن ہی نہیں ہیں۔ حکومت عوام کے روزگار، اس کی تعلیم، صحت، سکیورٹی کی ذمہ دار ہے۔ لیکن وہ اس طرف بالکل توجہ نہیں دے رہی۔ عالمی سطح پر ہماری حیثیت یہ ہے کہ پاکستان دنیا کے ان تین ممالک میں شامل ہے جن کے شہریوں کو کسی بھی ملک کا ویزا مشکل سے ہی مل سکتا ہے۔ ابھی چند دن پہلے اخبار میں آیا تھا کہ ان تین ممالک میں پہلے نمبر پر افغانستان، دوسرے پر پاکستان اور تیسرے پر عراق ہے۔ دنیا ہمیں قبول نہیں کر رہی۔ ہمیں failed Nation سمجھا جا رہا ہے۔ کئی دفعہ باتیں سامنے آئی ہیں کہ یہ ملک فلاں سن تک کئی حصوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ اس کو تقسیم کرنے کی سازشیں مسلسل چل رہی ہیں۔ جن کے ہم سب سے زیادہ وفادار بنتے ہیں، وہ سب سے زیادہ سازشوں میں شریک ہیں۔ یہ سب کچھ اپنے کرتوتوں کا ہی نتیجہ ہے۔ جیسے بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ سے بے وفائی کی تو قرآن میں ان کے بارے میں فرمایا گیا:

﴿وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ﴾ (البقرہ:61)
”اور ان پر ذلت و خواری اور محتاجی و کم ہمتی تھوپ دی گئی۔“

وہی کیفیت آج ہماری ہے کہ ذلت و مسکنت ہم پر تھوپ دی گئی ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ ہم نے انحراف کیا۔ یہ ہماری ذمہ داری تھی کہ اس ملک میں اللہ کے دین کو ہم قائم و نافذ کرتے۔ بحیثیت مسلمان اللہ کے دین کے تقاضے پورے کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ملک معجزانہ طور پر دیا تھا جو اللہ کی طرف سے انعام تھا لیکن ہم نے اس کی ناشکری کی انتہا کر دی۔ والد محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحبؒ اس موقع پر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

چمن کے مالی اگر بنا لیں موافق اپنا شعار اب بھی
آسکتی ہے پلٹ کر چمن میں روٹھی بہار اب بھی

یعنی اب بھی موقع ہے۔ اس سے فائدہ اٹھائیں اور سچی توبہ کریں اور اس چیز کو بھی سامنے رکھیں کہ

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

ایک اللہ کو معبودِ حقیقی مان کر اگر ہم اس کے آگے جھکیں گے تو ہر قسم کی غلامی اور اجارہ داری سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ آج اگر ہم سچی توبہ کرتے ہوئے اللہ کے دین کو بطور نظام قائم کرنا اپنا ہدف بنا لیں تو ان شاء اللہ اللہ کی رحمت اور اس کی تائید ہمیں حاصل ہو جائے گی۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝٧﴾ (محمد) ”اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہارے قدموں کو جما دے گا۔“

اب بھی اللہ موقع دے رہا ہے۔ لیکن یہ موقع اس لیے نہیں کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں اور کہیں کہ اللہ خود اپنا دین قائم کیوں نہیں کرتا؟ تو یہ ہمارے لیے مزید تباہیوں اور ہلاکتوں کا باعث ہوگا۔ یہ آزمائش ہماری ہے، یہ کام ہم ہی کو کرنا ہوگا ورنہ کسی بھی وقت بڑا عذاب بھی آ سکتا ہے جس کا ہم نے اپنے آپ کو مستحق بنا لیا ہے۔ لیکن اللہ کی رحمت شاید ہمیں موقع دے رہی ہے یا کسی اور طفیل سے ہمیں موقع مل رہا ہے۔ بہرحال اس موقع سے ہمیں فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ قرآن کالج، لاہور کے سابق استاد پروفیسر خورشید عالم وفات پا گئے

☆ حلقہ جنوبی پنجاب، ممتاز آباد کے نقیب شہزاد احمد صدیقی کی ہمشیرہ وفات پا گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمَا وَارْحَمْهُمَا وَاَدْخِلْهُمَا
فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمَا حِسَابًا يَّسِيْرًا

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز
قرآن اکیڈمی 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-35869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

غم کا عارضی منظر......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

پاکستان کا حال چاند اور سورج الگ الگ طلوع ہو کر پوچھتے ہیں! 27 رمضان المبارک کا چاند پلٹ پلٹ کر ہر سال پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ کا سوال کرتا ہے، وعدہ یاد دلاتا ہے۔ آج کی نسلوں میں یہ نعرہ اجنبی ہو چکا۔ آئے دن بدلتے نصابوں میں نظریۂ پاکستان، ہماری تاریخ، انگریز اور ہندو کی دوہری غلامی سے نجات کی جدوجہد، بانیٔ پاکستان، مصورِ پاکستان سے شناسائی بارے سبھی کچھ مسخ ہو چکا۔ بچے اس دن کو جھنڈوں، آتش بازی، نغموں، بھنگڑوں، ثقافتی میلے ٹھیلوں، پارٹیوں کے رنگ رنگیلے دن کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ پھٹے سائیلنسر، ون ویلنگ میں جوانی کے خون کی گرمی کا اظہار، پاکستان سے محبت کا پیرایہ ہے۔ اسی مناسبت سے یوم آزادی 27 رمضان نہیں 14 اگست ہے! ابھی ہم 27 رمضان والے چاند کا جواب دے نہیں پائے تھے کہ وہ وعدہ کیا ہوا...... اسلام کی تجربہ گاہ والا، جس کے عزم کا اظہار بابائے قوم نے فرمایا تھا۔ سورج 14 اگست کی صبح سویرے اپنا تقاضا لیے آن پہنچا۔ آج کا پاکستان یوں بھی ہجری تقویم سے گریزاں ہے۔ ''خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا'' سے سوفٹ امیج پاکستان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ سو ہم 14 اگست کو صبح سویرے سے ہلے گلے بھرے دن کا آغاز کرتے ہیں۔

اب یوم آزادی کی تیاری میں ہمیں امریکی یوم آزادی کی جھلک یاد آتی ہے۔ دریائے ہڈسن کے کنارے آتش بازی کی دھوم دھام دیکھی تھی۔ تین دہائی قبل کے مناظر کلچرل شاک (ثقافتی دھچکہ) سے کم نہ تھے۔ آزادی پسند مرد و زن برملا اظہارِ آزادی فرما رہے تھے۔ بدمزہ ہو کر لوٹ آئے۔ اس وقت تک پاکستان میں نظریۂ پاکستان کا گلا گھونٹا نہ گیا تھا۔ ہمارے ہاں یہ دن شہداء کی یاد، قیامِ پاکستان کے لیے دی گئی قربانیوں کے تذکروں اور اسلامی ریاست کے خواب والا یوم آزادی منایا جاتا تھا۔ سو امریکی مجسمۂ آزادی کے چرنوں میں منایا جانے والا وہ دن ہمارے لیے سرتاسر اجنبی تھا۔ اب امریکہ دوستی، امریکہ نوازی، امریکہ پرستی کے گزارے نائن الیون کے بعد کے 15 سالوں میں تو ہم رشکِ امریکہ ہو گئے۔ رانجھا رانجھا کردی نی میں......! مثلاً وہاں ہم اذان کی آواز کو ترستے تھے۔ مسجد جاتے تو تکبیر سنائی دیتی، اذان کا جواب دینے کی دعا پڑھنے کی سعادت نعمتِ عظمیٰ لگتی۔ اب اسلام آباد کا نیویارک بن چکا۔ گردو پیش مساجد تو ہیں، لیکن دبی گھٹی اذانوں والی۔ سڑک پر نکل کر آواز ٹٹولو تو سنائی دے جائے۔ آتش بازی یوم آزادی کے جشن میں امریکی مناظر تازہ کر دے گی۔ دریائے ہڈسن نہ سہی راول ڈیم پر ممکن ہے۔ (نجانے یہ ڈیم کیونکر بن گیا تھا۔ ورنہ پاکستان میں سیلابی ریلے تو بہا سکتے ہیں ڈیم بنانا حرام ہو چکا ہے)۔ اسی کے کنارے لیک ویو پارک میں رشکِ امریکہ ایک اور منظر بھی تھا جس پر تڑپ کر کسی نے فون کیا۔ پارک میں عیسائی غیر ملکی اور ملکی خواتین کا ایک گروپ کھلے بندوں عیسائیت کی تبلیغ کر رہا تھا۔ مسلمان خواتین کو پکڑ پکڑ کر حضرت عیسیٰؑ کا خدا کا بیٹا ہونا باور کروا رہا تھا! یادش بخیر...... امریکی فیری کے سفر میں ایک عیسائی مبلغین کا گروہ جب اسی مضمون کے مذہبی راگ الاپ رہا تھا تو ہم سورۃ الاخلاص پڑھتے وہاں سے یہ سوچ کر ہٹ آئے تھے کہ دارالکفر ہے۔ یہ تو ہو گا! تاہم 21 ویں صدی کی ڈیڑھ دہائی گزرتے تک وہی مناظر اب نئے پاکستان کا حصہ ہیں۔

مجسمۂ آزادی کا مقابلہ کرنے کو پرویز مشرف نے بڑے فخر و ناز سے بابائے قوم اور مصورِ پاکستان کو سنگی مجسموں میں گاڑ کر شکر پڑیاں کی پہاڑی پر ایستادہ کر دیا۔ بت شکنوں (حضرت ابراہیم کی ملت، محمد ﷺ کی امت اور محمود غزنوی کے خطے کے باسی) کی اولاد بت گر ہو گئی! بلندی پر شاید اس لیے لگائے ہیں کہ رشکِ امریکہ ہونے میں کسر باقی نہ رہ جائے۔ رحمت کے فرشتوں کا نزول تھم جائے! خاکم بدہن!...... آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے! نوجوان نسل کو رول ماڈل دینے کو شہر میں ایک بڑے بل بورڈ پر جھنڈے کی مناسبت سے سبز پوش لڑکی، سفید پوش لڑکے کی بغل میں یوم آزادی، بھرپور آزادیٔ اظہار کی صورت منا رہی ہے۔ نیچے 14 اگست کی مہر لگی ہے! اشک شوئی کے لیے شاید کچھ مقامات پر قرآن خوانی بھی ہو ہی جائے۔ بغیر یہ باور کیے کہ 30 پارے برسرِ زمین اللہ کی حکمرانی قائم کرنے کے احکام پڑھاتے، پے در پے قوانین جاری کرتے، شریعت سے روگردانی پر عذاب کی وعیدیں سناتے، کیا کچھ نہ کہہ گئے...... مگر ہم رسمیات کے قیدی، چوم کر اونچی جگہ رکھ دیں گے عمل کی دنیا سے دور...... بہت دور......! بہت سے سیمینار، پرچم کشائیاں، لوڈشیڈنگ کے مارے ملک میں بے تحاشا ایک رات کا چراغاں (اور پھر اندھیری رات!) سکولوں کالجوں میں حکام بالا کو راضی رکھنے، رپورٹ دینے کے لیے ملی نغموں، تقاریر کے مارے بندھے پروگرام۔ زبانی جمع خرچ بے شمار بے حساب! پلٹ کر 15 اگست کو وہی پاکستان......! تازہ چرکے کھائے المناک کوئٹہ سانحے کے غمزدہ خاندان، اغوا شدہ بچوں کے ویران گھر، لاپتگان کے اہل خانہ کے رخساروں پر آنسوؤں کی خشک لکیریں، ہونٹوں پر پپڑیاں۔ دہشت گردوں کا متحد ہو کر مقابلہ کرنے کا عزم ظاہر کرتے سیاست دان اور مقتدر طبقات اپنی اپنی ڈفلی اور راگ پر واپسی، محاذ آرائی کے محاذ پر مورچے سنبھالے!

غریب ملک کے امیر حکمرانوں، رئیسوں نے 6 ماہ کے دوران دبئی میں 85 ارب کی جائیدادیں خریدی ہیں۔ ہماری امارت کی شان امارات میں چمکتی ہے! کہ نور دیدہ اش روشن کند چشمِ زلیخا را......! کالموں، ٹاک شوز، مارننگ شوز پر بھرمار ہے کہ اسلامی نہیں ایک سیکولر ملک مطلوب تھا! معاشی ضروریات، خوشحالی، آسائش، مادی ترقی مطلوب تھی! مگر کس کی؟ 2 فیصد بالائی طبقے کی......؟ اسلام کا ذائقہ تو پاکستان نے چکھا ہی نہیں۔ سیکولر حکمرانوں نے ہی گدی سنبھالے رکھی۔ اکا دکا نمازی میسر آئے بھی تو گھروں میں نجی اسلام اور زنانہ نماز پڑھنے والے ہی تھے۔

ہر حکمران جب تک گدی نشین رہا، اس کے قصیدے پڑھے جاتے رہے بھلے وہ یحییٰ خان ہو یا مشرف! کرسی سے اترنے کی دیر تھی کہ سکندر مرزا تا کیانی زرداری...... کہانیاں طشت از بام ہوئیں۔

معاشی مادی ترقی سیکولر جھنڈے تلے جو ہوئی تو وہ خاک اڑاتے دریاؤں یا بلا ڈیم تباہی پھیلاتے سیلابی ریلوں میں عیاں ہے۔ بجلی، گیس صنعتوں کا حال زار کس سے پوشیدہ ہے۔ بے روزگاری، لوٹ مار، کرپشن کی ابتری اس پر مستزاد ہے۔ دہشت گردی کی جنگ کی اوکھلی میں ملک کو دھکیل دیا، اب تک اس کی دھمکوں سے سر تڑوائے بیٹھے ہیں۔ (امریکہ دوستی کے سکھ سمیٹتے تھکتے نہ تھے کہ اب اسرائیلی فضائیہ کے ساتھ جنگی مشقوں کا اشتراک ہو رہا ہے!) دہشت گردی کا عفریت اب پوری سفاکی سے معصوم بچوں، طالب علموں، پارک میں جھولتے خاندانوں، وکلاء، ہسپتال پر ٹوٹ پڑا۔ اب مخصوص طبقات یعنی تعلیمی اداروں کے بعد ججوں وکلاء کو نشانہ بنا رہا ہے۔ مجہول مشکوک تنظیموں کے نام سے پُر اسرار دو سطری قبولیت کا بیان جاری ہوتا ہے۔ تنظیم کا اسلامی حوالہ ضروری ہوتا ہے۔ باوجودیکہ دینی عناصر مسلسل ایسے سانحوں کی شدید مذمت اور اظہار برأت کرتے ہیں۔ لیکن ان کی آڑ میں میڈیا کے ذریعے اسلام سے خوف اور نفرت نتھی کر کے پراپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ نظریاتی نوجوانوں کا معاشرے سے صفایا کر دیا گیا۔ پکڑ دھکڑ کے لامتناہی سلسلے بلا روک ٹوک دھماکوں سے پیدا شدہ نفسیاتی فضا میں جاری رہتے ہیں۔ کل بھوشن ہوں یا نیا ریمنڈ ڈیوس یعنی میتھیو بیرٹ ان کے بارے انکشافات دبا دیے جاتے ہیں۔ فوری صفائیاں پیش ہونے لگتی ہیں۔ رخ اہلِ دین ہی کی طرف موڑنا مطلوب ہوتا ہے کیونکہ رکی ہوئی امداد اسی سے جاری ہوتی ہے۔ سی پیک منصوبے کو نیچا دکھانا ان کا ایجنڈا نہیں نہ کسی اور نظریاتی عنصر کا۔ عدلیہ وکلاء سے دشمنی بھی ان کی نہیں۔ تو پھر یہ امن کو لہولہان کس نے کیا؟ ملین ڈالر سوال ہے! اگرچہ اس سے پہلے بھی ایسے بہت سے سوالات ہنوز حل طلب ہیں! تاہم بہ زبانِ اقبال امید کی کرن تھام کر ہم کہتے ہیں۔

کب ڈرا سکتا ہے غم کا عارضی منظر مجھے
ہے بھروسا اپنی ملت کے مقدر پر مجھے

☆☆☆☆

یوم آزادی
پاکستان کی کہانی، پاکستان کی زبانی

انجینئر نذیر ملک

دوستو! میں پاکستان ہوں، 14 اگست 1947 کو میں پیدا ہوا اور اب میں 69 سال کا ہو گیا ہوں۔ یہ امر واقعی ہے کہ اس دنیا کا ہر ملک جس نے غلامی کے طوق سے نجات پائی ہر سال اپنی آزادی کا جشن مناتا ہے۔ میں بھی ان میں سے ایک ہوں جس کا 68 واں یوم آزادی منایا گیا۔ اس لیے کہ میرے قائد اور دیگر مسلم رہنماؤں نے ہزاروں کاوشوں کے بعد مجھے حاصل کیا۔ میں ہی اقبال کے خواب کی تعبیر ہوں۔ کروڑوں مسلمانوں کے دل کی آواز ہوں اور مجھے ہزاروں افراد کے خون سے بنایا گیا۔ یہی نہیں بلکہ ماؤں کے کڑیل جوان بیٹے میرے حصول کی خاطر قربان کر دیئے گئے۔ معصوم بچوں کو والدین کے سامنے نیزوں میں پرویا گیا۔ ماؤں بہنوں کی عزتیں پامال کی گئیں۔ مسلمان بے گور و کفن جنگلی جانوروں کی خوراک بنے۔ یہ سب خونریزی اور صعوبتیں میرے حصول کے لئے ہی برداشت کی گئیں۔ صرف اس لئے کہ آزادی حاصل کی جائے اور یہ منزل میں یعنی ''پاکستان'' تھا۔ جو اس دنیا کے نقشے پر ایک اسلامی نظریاتی مملکت کی حیثیت سے ظہور پذیر ہوا۔ میں اپنے وجود میں آنے پر بہت خوش تھا۔ اس لئے کہ ایک تو قائد کی انتھک محنت اور بیگناہوں کا خون ضائع نہیں ہوا اور دوسرے اس لئے بھی کہ جس کا حصول ایک طویل تگ و دو کے بعد ممکن ہوا اس کی قدر بھی کی جائے گی اور حفاظت بھی۔ جبکہ مجھے ترقی کی راہ پر بھی گامزن کریں گے۔ لیکن یہ صرف ایک خوش فہمی ہی رہی۔ کیونکہ جب تک میرے قائد زندہ رہے مجھے مستحکم و مضبوط کرنے پر کمر بستہ رہے مگر یہ میری بدقسمتی کہ میرے محسن کی زندگی نے کچھ زیادہ دیر وفا نہ کی اور وہ مجھے تنہا چھوڑ گئے۔ بس پھر تو کیا بتاؤں کہ مجھ پر کیا گزری، بجائے یہ کہ میری بنیادوں کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے کی کوشش کرتے۔ مگر انہوں نے تو دیمک کی طرح چاٹ چاٹ کے مجھے کھوکھلا کرنا شروع کر دیا۔ متحد رہنے کی بجائے باہم دست و گریباں رہنے لگے۔ یہاں تک کہ مجھے اپنے وجود کی سلامتی کا خطرہ پڑ گیا۔ دشمن نے مجھے بچپن ہی میں ختم کرنا چاہا۔ میرے محسنوں کو قتل کر دیا گیا۔ یہی نہیں بلکہ چند غداروں نے میرا دایاں بازو ہی کاٹ دیا۔ لیکن کسی بھی محب وطن نے میرے اس دکھ کا احساس نہ کیا، اور کوئی کرتا بھی کیوں؟ کیونکہ نہ تو ان میں کوئی قائد تھا اور نہ ہی اقبال، سب کے سب اپنے اپنے اقتدار کی جنگ لڑنے میں مصروف رہے۔ تعصبات کی آگ کو ہوا دیتے رہے اور انگریزی قانون کی جگہ بناتے رہے جبکہ اس کے ساتھ ساتھ اپنی بے لوث مخلصانہ قیادت اور حب الوطنی کا بھی ڈراما رچاتے رہے۔ ہر سال یوم آزادی پر جھوٹے عہد و پیماں کے انبار لگاتے رہے اور میرے قائد کے مزار پر حاضری فرض اولین سمجھ کر نبھاتے رہے۔ مگر قائد کی یہ آواز جو میری سماعت سے ٹکراتی رہی اسے سننے سے محروم رہے۔

میں تو ستم رسیدہ ہوں کیوں مجھ کو رلانے آتے ہو
گلشن تو جلایا ہے تم نے اب دل کو جلانے آتے ہو

کیونکہ علاقائی تعصب میں ڈوبے دل و دماغ، مفاد پرستی میں جکڑے دست و بازو اور ذاتی رنجش کے بھینٹ چڑھے ذہنوں نے ان کے احساسات و جذبات اور حب الوطنی کو تھپک تھپک کر اتنی گہری نیند سلا دیا ہے کہ آج انہیں اشرف المخلوقات کے دائرے سے خارج کر کے حیوانات کے زمرے میں شامل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ آج میں تاریخ کے جس المناک دور سے گزر رہا ہوں انہی کے مرہون منت ہے۔ اسلام کی آڑ میں خونریزی نے میری مٹی کا رنگ لہو میں بدل کر رکھ دیا ہے۔ صوبائیت پرستی مجھے ٹکڑے ٹکڑے کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ اقتدار کی حرص و نشے سے میری سرحدوں کو غیر محفوظ کیا جا رہا ہے۔

آزاد فضاؤں کو منڈلاتی موت میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ مظلوم محنت کشوں کی کمائی سے اپنے بینک بیلنس کو بڑھایا جا رہا ہے۔ اقربا پروری، رشوت (باقی صفحہ 17 پر)

مہذب اندازِ گفتگو: ایک اعلیٰ انسانی وصف

راحیل گوہر

انسان کا طرز کلام اس کی شخصیت کا اظہار ہوتا ہے۔نرم اور شائستہ انداز گفتگو مخاطب کے دل میں انسان کی عزت اور قلبی لگاؤ کا باعث بنتا ہے جبکہ سخت کلامی اور درشت لہجہ انسان کی اخلاقی کج روی اور تربیت کی کمی کی واضح علامت ہے۔معاشرتی زندگی میں اندازِ گفتگو کو بہت اہمیت حاصل ہے۔قرآنِ حکیم میں سورہ الرحمٰن میں ابتدا ہی میں خلق الانسان کے ساتھ ہی علمه البيان کے الفاظ بیان فرما کر انسان کو اخلاقی اور تمدنی زندگی کی تعلیم دے دی۔اسی بنا پر انسان کو حیوان ناطق بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہی وہ نعمت خداوندی ہے جو انسان کو حیوان مطلق سے ممتاز کرتی ہے۔نرم لب ولہجہ اتنا اعلیٰ انسانی وصف ہے کہ جب خالق کائنات نے اپنے رسول موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو اپنا پیغام دے کر فرعون کے پاس بھیجا تو فرمایا کہ ”جاؤ تم دونوں فرعون کے پاس کہ وہ سرکش ہوگیا ہے۔ اس سے نرمی کے ساتھ بات کرنا، شاید کہ وہ نصیحت قبول کر لے یا ڈر جائے“۔(طٰہٰ:42)

کیونکہ انسان کی فطرت کا یہ خاصہ ہے کہ وہ یا تو وعظ ونصیحت اور تلقین وحکمت سے راہ راست پر آتا ہے یا پھر اپنے انجام بد کی وعید سے متاثر ہوتا ہے۔اس لیے انسان کے فکر وعمل کو راست کرنے کے لیے پہلا کام افہام وتفہیم کی راہ اختیار کرنا ہے۔

اپنی بات اور اپنے مدعا کو موزوں ترین الفاظ میں ڈھال کر بیان کرنے کا سلیقہ جتنا زیادہ ہوگا اسی قدر تہذیب وشائستگی کا اظہار ہوگا اور معاشرتی وتمدنی زندگی میں اپنے اعلیٰ مقاصد میں کامیابیوں کے حصول میں مدومعاون ہوگا۔

اسی وصف کو اجاگر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ سے ارشاد فرمایا: ”(اے پیغمبرؐ) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔ورنہ اگر کہیں تم تند خو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد وپیش سے چھٹ جاتے“۔(آل عمران:159) بلاشبہ اللہ کی طرف سے انسان کو عطا کی گئی فہم وفراست، معاملہ فہمی، دور اندیشی بہت عظیم نعمتیں ہیں تاہم ان اوصاف کریمہ کے ساتھ اگر انسان اپنے خیالات ونظریات کو خوش بیانی، شائستگی، اور متوازن انداز میں پیش نہ کر سکے تو سننے والے پر وہ کوئی اچھا تاثر نہیں چھوڑتا اور اس طرح اس کی شخصیت بے وزن ہو جاتی ہے اور انسانی معاشرے میں وہی لوگ اپنی جگہ بنا پاتے ہیں جن کی گفتگو میں رواداری، شگفتگی، نرمی اور خوش خلقی کا واضح اظہار ہوتا ہو۔ارشاد ربانی ہے: ”لوگو! اچھے طریقے سے بھلی بات کہو“۔اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ”کیا میں تمہیں بتاؤں کہ کون شخص آگ پر حرام ہے اور کس پر آگ حرام ہے، ہر اس شخص پر جو لوگوں سے قریب ہو، نرم ہو اور آسان ہو“۔(ترمذی باب الزہد)

گفتگو انسان کی شخصیت کی آئینہ دار ہے۔ہم دراصل کسی شخص کے اخلاقی معیار، اس کی فکری تطہیر اور اس کی بلند خیالی کا اندازہ اس کے طرز گفتگو اور طرز تکلم سے ہی لگاتے ہیں۔ ہر دل عزیز ہونے کا ایک وصف یہ بھی ہے کہ انسان اپنے مخاطب کی بات کو صبر وتحمل سے سنے، کیونکہ دوسرے کی بات کو غور وتوجہ سے سننا اکثر لوگوں پر گراں گزرتا ہے، اور وہ بار بار قطع کلامی کرنے کے عادی ہوتے ہیں اور ان کی یہ عادت انہیں لوگوں کا گرویدہ بننے میں بہت بڑی رکاوٹ بنتی ہے۔فحش گوئی یا عامیانہ گفتگو بھی انسان کے کردار کو بے حیثیت بنا دیتی ہے ایسے شخص کو لوگ اپنی محفلوں میں شریک کرنے سے کترانے لگتے ہیں۔ رسول کریمؐ کا ارشاد ہے کہ ”جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اچھی بات کرے ورنہ خاموش رہے“۔(البخاری) گفتار کی پاکیزگی کو ہی کردار کی پاکیزگی کا معیار مانا گیا ہے۔اور بیہودہ گوئی، یاوہ گوئی اور بازاری زبان کو ہمیشہ بری نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔گفتگو کے ضمن میں یہ بھی تاکید کی گئی ہے کہ ہمیشہ مخاطب کی ذہنی سطح اور اس علمی حیثیت کے مطابق گفتگو کرنی چاہیے۔ایک عامیانہ سوچ رکھنے والے شخص سے علمی گفتگو کرنا اپنے وقت ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ بات کرتے وقت مخاطب کی ذہنی استعداد، فطری ذوق، عقائد ونظریات کے پورے شعور کے ساتھ بات چیت کرنا فہم وفراست کا تقاضا ہے۔بات کرتے وقت غیر ضروری طوالت اور رطب ویابس سے بھی گریز کرنا لازمی ہے۔ اس طرز عمل سے بھی انسان کی بات بے وقعت اور سامنے والے کے لیے بے زارگی کا باعث بن جاتی ہے اور پھر وہ پوری توجہ اور انہماک سے بات نہیں سنتا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”بہترین بات وہ ہے جو مختصر اور مدلل ہو“۔کہتے ہیں کہ جب علم بڑھتا ہے تو انسان کی گویائی کم ہونے لگتی ہے۔یہی وجہ ہے انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرامؓ، صالحین، بزرگانِ دین اور مصلحین ملت سب کلام سے زیادہ عمل پر زور دیتے تھے۔کم بولنا، کم سونا، کم کھانا اور کم ملنا اللہ کے ولیوں کی صفات ہیں۔چنانچہ انسان کو چاہیے کہ کم بولے اور جب بھی بولے تو لہجہ میں فروتنی، انکساری اور نرمی کو ملحوظ خاطر رکھے۔

سید سلیمان ندویؒ سیرت النبیؐ کی جلد ششم میں لکھتے ہیں کہ ”خوش گوئی، اور خوش کلامی آپس میں میل ملاپ پیدا کرتی ہے اور بدگوئی وبدکلامی پھوٹ پیدا کرتی ہے جو شیطان کا کام ہے اور وہ اس کے ذریعے سے لوگوں میں غصہ، نفرت، حسد اور نفاق کے بیج بوتا ہے، اس لیے اللہ کے بندوں کو چاہیے کہ نیک بات کہیں، اچھے لہجہ میں کہیں اور نرمی سے کہیں کہ آپس میں میل ملاپ اور مہر ومحبت پیدا ہو“ رسول کریمؐ نے ارشاد فرمایا: ”مسلمان نہ طعنہ دیتا ہے، نہ لعنت بھیجتا ہے، نہ بدزبانی اور فحش کلامی کرتا ہے“۔ (صحیح بخاری، باب طیب الکلام) رسول کریمؐ نے یہ بھی فرمایا کہ: ”اللہ اور روز جزا پر یقین رکھنے کا یہ نتیجہ ہونا چاہیے کہ کلمۂ خیر کے سوا کچھ اور زبان سے نہ نکلے، کیونکہ اللہ اور قیامت پر ایمان رکھنا یہ بتاتا ہے جو کرے گا وہ بھرے گا، اگر تمہیں کوئی برا کہے تو ہو سکے تو چپ رہو کہ اس کی جزا آج نہیں تو کل اس کو مل کر رہے گی۔“

دنیا میں زندگی تو سب ہی گزارتے ہیں، لیکن جو زندگی کو حسن آداب، تصنع وبناوٹ سے پاک، ظاہری اور باطنی پاکیزگی کے ساتھ اور زبان وکلام کی خوبصورتی کے ساتھ گزارتا ہے وہ انسانوں کی اس بھیڑ میں اپنا ایک نمایاں مقام بنا لیتا ہے اور ایسا انسان ہی اس دنیا سے جانے کے بعد بھی لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔زندگی تو تلخ کلامی، ترش روئی، توازن واعتدال سے عاری، خوف خدا سے بے پرواہ، آخرت کی جواب دہی سے لاعلم رہ کر بھی گزر ہی جاتی ہے، تاہم یہ بے راہ روی کی زندگی نہ انسان کو دنیا میں ہی کوئی قابل ذکر مقام دیتی ہے اور نہ از روئے قرآن وسنت یوم آخرت میں اسے کوئی بہتر زندگی دے سکے گی، الا ماشاء اللہ! ☆☆☆

ہماری سکیورٹی ایجنسیاں حکمرانوں اور ان کے خاندانوں کی حفاظت پر مامور ہیں تو عوام کی حفاظت کون کرے؟ سفارتی تعلقات نہ ہونے کے باوجود پاکستان اور اسرائیل کی مشترکہ فضائی مشقیں تشویشناک ہیں۔ حکمرانوں کے دوہرے معیار کی وجہ سے معاشرے میں سنگین جرائم جنم لے رہے ہیں: ایوب بیگ مرزا

سائبر کرائم بل یکطرفہ کارروائی ہے جو صحیح اسلام کی تبلیغ کے خلاف لبرل آواز کو تحفظ دیتا ہے جبکہ معاشرے کو تباہ کرنے والی چیزوں پر بل خاموش ہے، کومبنگ آپریشن ہو ہی نہیں سکتا جب تک تمام اداروں میں باہمی تعاون اور انفارمیشن شیئرنگ کا مربوط نظام نہیں ہوگا: بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

سانحہ کوئٹہ، سائبر کرائم بل، پنجاب میں بچوں کا اغوا اور اسرائیلی اور پاکستانی فضائیہ کی مشترکہ مشقیں کے موضوعات پر
حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں نامور دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سانحہ کوئٹہ

سوال: کوئٹہ میں سول ہسپتال پر دہشت گردانہ حملے کے تناظر میں کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ KPK اور فاٹا میں دہشت گردوں نے پاک فوج سے شکست کھا کر بلوچستان کا رخ کیا ہے جہاں ”را“ پہلے سے آپریٹ کر رہی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: سب سے پہلے میں عرض کردوں کہ میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں کہ جن سے میں اس بہیمیت اور درندگی کی مذمت کرسکوں جس کا مظاہرہ کر کے بے گناہ انسانوں کا خون بہایا گیا۔ یہ انتہائی قابل مذمت ہے اور حقیقتاً یہ پہلو ہمارے لیے شرمناک ہے کہ اس قوم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو انسانوں کی جانوں سے یوں کھیل جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہمارے حکمرانوں کا ردعمل بھی انتہائی مضحکہ خیز ہے۔ جب بھی کوئی بڑا سانحہ ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اس سانحہ نے دہشت گردی کے خلاف ہمارے عزم کو اور مستحکم کردیا ہے۔ یعنی حکمران چاہتے ہیں کہ ان کے عزم کے استحکام کے لیے اس طرح کے واقعات ہوتے رہیں یا زیادہ سے زیادہ یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ مجرموں کو بے نقاب کیا جائے گا اور ان کو کٹہرے میں کھڑا کیا جائے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہیں اسی طرح کے بیانات نہیں دینے چاہیں کیونکہ ایسے بیانات دہشت گردی کے ستائے عوام کے لیے مزید تکلیف کا باعث بنتے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ افسوس کا اظہار کریں اور اپنی کمی کوتاہی کا اعلان کریں۔ کیونکہ اس طرح کے واقعات کا ہونا تمام سکیورٹی اداروں کی کوتاہی ہے۔ یا یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ دہشت گردوں کی بزدلانہ کارروائی تھی۔ جبکہ بزدلانہ فعل کا ارتکاب تو حکمرانوں کی طرف سے ہو رہا ہے کہ وہ اس کا کوئی حل نہیں نکال رہے۔ دہشت گرد تو اپنی طرف سے بہادری کا مظاہرہ کر رہے ہوتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسے بہت سے بیانات تو سیکرٹریوں کے پاس پہلے سے لکھے لکھائے ہوتے ہیں اور وہ میڈیا کو بھیج دیئے جاتے ہیں۔ یہ روٹین بن گئی ہے۔ جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ ایسے واقعات کیوں ہوتے ہیں؟ تو صاف ظاہر ہے کہ ہماری سکیورٹی ایجنسیاں تو حکمرانوں اور ان کے خاندانوں کی حفاظت پر مامور ہیں تو عوام کی حفاظت کون کرے؟ وکلاء اور ہسپتالوں میں مریضوں کی حفاظت کون کرے؟ رہا یہ سوال کہ دہشت گردوں کا رخ بلوچستان کی طرف کیسے ہوا تو ماضی قریب میں ”را“ کا ایک سرونگ آفیسر (کلبھوشن یادیو) اسی علاقے سے پکڑا گیا تھا۔ جس کا مطلب ہے کہ بلوچستان ”را“ کا ہدف ہے اور یقینی طور پر افغانستان کی خفیہ ایجنسی این ایس ڈی بھی ”را“ کے ساتھ ہے۔ لہٰذا کوئٹہ سانحہ ان دونوں کی کارروائی ہے۔ کشمیر میں جو انسانیت سوز واقعات ہو رہے ہیں، لوگوں کو ہلاک کیا جا رہا ہے، انہیں بینائی سے محروم کیا جا رہا ہے اور ہندوستان کا جمہوری اور سیکولر چہرہ بے نقاب ہو رہا ہے اس طرف سے دنیا کی توجہ ہٹانے کے لیے بھارت نے یہ کام کیا ہے۔ ہم اس کی پُرزور مذمت کرتے ہیں اور ہم حکمرانوں (سیاسی و عسکری) سے پُرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ بیانات کی حد سے آگے نکل کر دہشت گردوں کو نیست و نابود کرنا چاہیے۔ ان کو اس زمین پر رہنے کا کوئی حق نہیں ہے اور عوامی سطح پر جو شخص بھی اس حوالے سے فوج اور سیاسی قیادت کی مدد کرسکتا ہے اسے کرنی چاہیے۔

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: کہا یہ جا رہا ہے کہ 24 دسمبر 2014ء کو تمام سیاسی جماعتوں نے مل کر جو 20 نکاتی نیشنل ایکشن پلان مرتب کیا تھا اس پر عمل درآمد نہ ہونے کی وجہ سے پاکستان میں دہشت گردی ختم نہیں ہو رہی؟ یہ بات کہاں تک درست ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اُس وقت نیشنل ایکشن پلان کے تحت جو پروگرام چاک آوٹ کیا گیا تھا وہ ملک سے دہشت گردی کو ختم کرنے کے لیے کیا گیا تھا۔ اس میں ہونا یہ چاہیے تھا کہ ہمارے ملک میں جتنی انٹیلی جنس ایجنسیاں کام کر رہی ہیں اور جتنے لاء اینڈ فورسز ادارے ہیں سب آپس میں مل بیٹھ کر اس پلان کے لیے ایک سٹینڈنگ آپریشن بناتے۔ لیکن ابھی تک خبریں آ رہی ہیں کہ سول اور عسکری قیادت ایک پیج پر نہیں ہیں۔ سول کے انٹیلی جنس ادارے ہوں یا لاء اینڈ فورسز ایجنسیز، ہر ایک اپنی کارروائی دکھانے کے چکر میں ہے۔ ایک دوسرے سے انفارمیشن شیئرنگ اور co-ordination کے تحت جو کام ہونا چاہیے تھا وہ نہیں ہوسکا۔ اب کومبنگ آپریشن کی بات ہو رہی ہے جبکہ وہ کومبنگ آپریشن ہو ہی نہیں سکتا جب تک تمام اداروں میں باہمی تعاون نہیں ہوگا۔ ہائی لیول پر آرمی چیف کی اور وزیراعظم کی ملاقات ہو جاتی ہے لیکن اس ملاقات سے کچھ نہیں ہوگا جب تک کہ وہ تمام ادارے جو ان کے تحت ہیں وہ بھی آپس میں مل بیٹھ کر اس پلان پر عمل درآمد کرنے کے لیے کوئی سٹینڈنگ آپریٹنگ پروسیجر نہ بنائیں۔ ان میں آپس میں انفارمیشن شیئرنگ ہو۔ جبکہ بلوچستان میں ایف سی اور پولیس میں آپس میں کوئی اس طرح کا تعاون نہیں ہے۔ جب تک یہ تعاون نہیں ہوگا تو کومبنگ ایکشن پلان کامیاب نہیں ہوگا۔ کوئٹہ کوئی بڑا شہر نہیں ہے لیکن اس میں اتنا بڑا سانحہ ان اداروں کی صحیح پلاننگ نہ ہونے کی وجہ سے ہوا ہے۔ یہ کوئی چھوٹی کارروائی نہیں تھی بلکہ پلان شدہ کارروائی تھی۔ لیکن اگر سکیورٹی اداروں کی آپس میں انفارمیشن شیئرنگ ہوتی تو اس دہشت گردی کو ناکام بنایا جا سکتا تھا۔

سوال: کومبنگ آپریشن کیا ہوتا ہے اور یہ بتائیں کہ یہ کوئی ضرب عضب سے مختلف آپریشن ہوگا؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: ضرب عضب کا بنیادی ٹارگٹ ہمارے قبائلی علاقہ جات تھے۔ وہاں چونکہ ایک ہی ادارہ تھا۔ اسی نے دہشت گردی کے حوالے سے انفارمیشن حاصل کرنی تھی اور اسی نے کارروائی بھی کرنی تھی۔ لہٰذا اس نے یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ لیکن ملک کے شہری علاقوں میں آپریشن کے لیے آپ کو وہاں کے سویلین اداروں (پولیس وغیرہ) کو بھی آن بورڈ لینا پڑے گا اور جب تک ان تمام اداروں میں انفارمیشن شیئرنگ کا مربوط نظام نہیں ہوگا آپریشن کامیاب نہیں ہوگا۔ فرض کریں ایف سی کے پاس اطلاع ہے۔ اگر وہ مقامی پولیس کو ایکشن کے لیے کہتے ہیں اور پولیس تعاون نہیں کرتی تو مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ لہٰذا کومبنگ آپریشن یہ ہے کہ جس ادارے کے پاس بھی کوئی اطلاع ہو وہ دوسرے اداروں کو شیئر کرے اور سب کی شیئرنگ کے بعد مل کر ایک پلان بنایا جائے اور پھر کلین آپ ایکشن کیا جائے۔

سوال: کہا جا رہا ہے کہ سانحہ کوئٹہ سی پیک منصوبہ کو ناکام بنانے کی کوشش ہے جو پاکستان اور چائنہ کے درمیان ایک بہت بڑا اقتصادی منصوبہ ہے۔ اس رائے میں کس حد تک وزن ہے؟

ایوب بیگ مرزا: یہ بات تو بالکل واضح ہے۔ پاکستان کی ایک دشمن تکون ہے جس میں امریکہ، بھارت اور اسرائیل شامل ہیں۔ ان میں سے کسی کو بھی سی پیک منصوبہ منظور نہیں ہے۔ اس سے چائنہ کی معاشی قوت جو پہلے ہی بہت بڑھ رہی ہے اس میں بے تحاشا اضافہ ہو جائے گا۔ آج دنیا پر راج کرنے کا تصور یہ ہے کہ جس ملک کی معاشی صورتحال جتنی مضبوط ہوگی اس کی عسکری قوت اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ جن مسلم ممالک کے خلاف عسکری قوت استعمال نہیں کرتا ان کی اقتصادی قوت کو تباہ کرتا ہے تاکہ وہ عسکری قوت نہ بن سکیں۔ چین اقتصادی اور عسکری دونوں لحاظ سے دنیا میں صف اول کی دوڑ میں شامل ہے اور امریکن میڈیا یہ کہہ رہا ہے کہ اگر امریکہ نے چائنہ کو نہ روکا تو وہ امریکہ سے آگے بڑھ جائے گا۔ اس لیے وہ چائنہ کے پر کاٹنا چاہتا ہے اور اس کے لیے چائنہ کا گھیراؤ کرنا چاہتا ہے لیکن پاکستان کی وجہ سے وہ سرکل نامکمل ہے اور یہی امریکہ کی پاکستان سے دشمنی کی اصل وجہ ہے کہ پاکستان امریکہ کے اس منصوبے کو مکمل نہیں ہونے دے رہا اور اسی وجہ سے چائنہ کو پاکستان کی جغرافیائی حیثیت کا بہت فائدہ ہے اور اس کے سی پیک کے بعد بھی پاکستان میں بہت سارے منصوبے ہیں۔ لیکن اگر صرف یہی راہداری بن جاتی ہے تو آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ چین معاشی طور کتنی بڑی طاقت بن جائے گا۔ لہٰذا کوئٹہ سانحہ چائنہ اور پاکستان کو نقصان پہنچانے کی ایک سازش بھی ہو سکتی ہے۔

سوال: سانحہ کوئٹہ کے بعد معروف سیاستدان محمود خان اچکزئی کا بیان تھا کہ ایجنسیوں سے کوئٹہ کی سکیورٹی نہیں سنبھالی جاتی اور مولانا شیرانی کا بیان تھا کہ یہ ملک اسٹیبلشمنٹ کے لیے نہیں ہے، اسٹیبلشمنٹ ملک کے لیے ہے۔ ایسے موقع پر جبکہ قوم شدید صدمے سے دوچار ہے حکومتی حلیف جماعتوں کے راہنماؤں کے ایسے بیانات کیا معنی رکھتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: اس کی صورتحال یوں سمجھ لیجئے کہ آپ کا اپنے ہمسائے کے ساتھ جھگڑا ہے اور آپ اپنے گھر میں تقسیم ہیں۔ سب سے پہلے جنرل راحیل شریف نے ''را'' کا نام لیا تھا۔ اس سے اچکزئی اور شیرانی کو بہت تکلیف پہنچی۔ شیخ رشید نے تو واضح الفاظ میں بیان دیا ہے کہ اچکزئی ''را'' کا ایجنٹ ہے۔ اچکزئی کی تصاویر میڈیا پر بھی آ گئی ہیں جن

> دشمن ہم پر مسلط ہے اور ہم آپس میں ایک دوسرے کا گریبان پکڑے ہوئے ہیں۔ ان حالات میں دہشت گردی کیسے رکے گی؟

میں وہ افغان ایجنسی خاد سے ڈالر پکڑ رہا ہے۔ لہٰذا ہم ایک طرف یہ ثابت کر رہے ہیں کہ اچکزئی را کا ایجنٹ ہے۔ دوسری طرف اچکزئی اور شیرانی ثابت کر رہے ہیں کہ پاکستان کی اسٹیبلشمنٹ پاکستان سے کھیل رہی ہے۔ لہٰذا اس وقت جبکہ ہم دہشت گردوں اور انڈیا کے ساتھ حالت جنگ میں ہیں اور کشمیر میں تحریک آزادی زوروں پر ہے اگر اچکزئی کو کوئی شکایت تھی کہ ہماری ایجنسیاں صحیح کام نہیں کر رہی ہیں تو اسے وزیراعظم سے یا ان کیمرہ سیشن میں یہ بات کرنی چاہیے تھی۔ لیکن وہ کھلم کھلا کہہ رہا ہے اور وہ اس کو بڑی بہادری سمجھ رہا ہے۔ حالانکہ صوبائی حکومت میں بلوچستان کا گورنر اس کا بھائی ہے، وزراء اور بیوروکریٹس اس کے عزیز رشتہ دار ہیں۔ جن کی کرپشن پکڑی بھی گئی ہے اور ان کے بارے میں یہ بھی واضح ہو گیا ہے کہ وہ اچکزئی کی سفارش پر بھرتی ہوئے تھے۔ جبکہ کرپشن اور دہشت گردی کا آپس میں جوڑ ہے۔ اگر اچکزئی کرپٹ لوگوں کو آگے لاتے رہیں گے تو نتیجہ تو یہی ہوگا۔ لہٰذا سب سے پہلے تو خود محمود خان اچکزئی کرپشن کی وجہ سے پاکستان دشمنی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ سکیورٹی اداروں یا مرکزی حکومت کا قصور تو بعد کا ہے لیکن پہلا قصور تو اچکزئی کی اتحادی صوبائی حکومت کا ہی ہے۔ چنانچہ صورتحال یہ ہے کہ دشمن ہم پر مسلط ہے اور ہم آپس میں ایک دوسرے کا گریبان پکڑے ہوئے ہیں۔ ان حالات میں دہشت گردی کیسے رکے گی؟ لہٰذا ضروری ہے کہ پہلے ہم ایک دوسرے کے گریبان چھوڑیں، سب ایک پیج پر آئیں اور آپس میں مصالحت کریں تب یہ راستہ صاف ہو سکتا ہے۔

سائبر کرائم بل

سوال: پاکستان میں سائبر کرائم ایکٹ متعارف کروایا جا رہا ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ جب یہ ایکٹ باقاعدہ نافذ ہوگا تو اس سے سائبر کرائم میں کمی آئے گی؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: سائبر کرائم ایکٹ کی بات اسمبلی میں 2015ء سے شروع ہوئی۔ پھر اسمبلی نے اس کی ایک سمری بنا کر سینٹ کو بھیج دی۔ اب سینٹ نے اس پر 50 اعتراضات لگا کر واپس اسمبلی کو بھیج دیا ہے۔ لیکن لگتا یہی ہے کہ یہ یک طرفہ کارروائی ہے کیونکہ اس میں کافی چیزوں کی وضاحت نہیں کی گئی۔ مثلاً Hate speech پر ایکشن لیا جائے گا لیکن hate speech کیا ہوگی اس کی وضاحت نہیں کی گئی۔ اسی طرح sectarianism سے کیا مراد لی جائے گی؟ بنیادی طور پر سوشل میڈیا یا انٹرنیٹ بھی ایک ذریعہ ہے۔ اگر اس ذریعہ کو استعمال کرتے ہوئے کوئی صحیح دین پھیلا رہا ہے تو کیا وہ بھی مجرم کہلائے گا؟ اس ایکٹ میں چائلڈ پورنوگرافی کی بات کی گئی ہے۔ لیکن as a whole پورنوگرافی کی بات نہیں کی گئی۔ اگر انٹرنیٹ کے ذریعے سے برائی پھیلائی جا رہی ہے، اس میں ویڈیوز اور اشتہارات ہیں جو برائی کا موجب بن رہے ہیں تو کیا ان پر پابندی نہیں ہوگی؟ بل میں کہا گیا ہے کہ ایک ادارہ بنایا جائے گا جو ان تمام چیزوں کو دیکھے گا۔ اب اس ادارے کی کیا شکل و صورت ہوگی یہ بھی واضح نہیں ہے۔ لہٰذا اس بل میں بہت ساری چیزیں وضاحت طلب ہیں۔ انصار عباسی نے اس حوالے سے ایک کالم بھی لکھا ہے کہ ان چیزوں کی وضاحت کی جائے۔ لبرل ازم کو جو پروموٹ کیا جا رہا ہے اس کے خلاف بھی کوئی شق آنی چاہیے۔ پاکستان میں کچھ لوگ اگر ویب سائیٹ بنا کر اور انٹرنیٹ کے ذریعے لبرل ازم کی ترویج کر رہے ہیں تو اس پر بھی پابندی ہونی چاہیے۔ ہمارے ہاں جو قانون بنتا ہے اس کا غلط استعمال بھی ہوتا ہے۔ ان سب چیزوں پر سوالات اُٹھ رہے ہیں اور یہ سب چیزیں میڈیا میں آنی چاہیں۔

سوال: عوامی حلقوں کی طرف سے ایک مطالبہ یہ سامنے آ رہا ہے کہ ایک عام سیل فون یوزر کو بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کی طرف سے انعام کا میسج آتا ہے یا اللہ اور رسول کے واسطے دے کر بیلنس لوڈ کروانے کی بات کی جاتی ہے تو حکومت پہلے ان چھوٹے جرائم کو تو بند کروائے، سائبر کرائم ایکٹ تو بہت بڑی چیز ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: کونسا ایسا ادارہ ہے جو یہ سب

کرے گا؟ اور اس میں کتنی صلاحیت ہے؟ اور وہ ادارہ کتنی مانیٹرنگ کرے گا؟ کیا مذکورہ بالا messages پر بھی پابندی لگے گی؟ یہ تو پھر چھوٹے جرائم ہیں۔ ان سے اتنا نقصان نہیں ہوتا لیکن جو پورا معاشرہ بگڑ رہا ہے اس حوالے سے مذکورہ بل خاموش ہے اور ہماری قوم کا ایک جو دینی مزاج ہے اور دینی ثقافت ہے اس کے حق میں بل میں کچھ بھی نظر نہیں آتا۔

ایوب بیگ مرزا: اس سے ہمارے عوامی نمائندوں کی ترجیحات کا بھی پتا چلتا ہے۔ یعنی مقتدر شخصیات کے بارے میں قانون نہ بنانا، بے حیائی اور عریانی کے بارے میں کوئی بات نہ کرنا اور جن چیزوں کی وجہ سے ہماری معاشرت کی تباہی ہو رہی ہے وہ ان کی ترجیحات میں شامل نہیں ہیں۔ یعنی انہیں کوئی پرواہ ہی نہیں ہے کہ ہمارے بچے کس لائن پر جا رہے ہیں، کسی ملک کی تہذیب کو وہ اپنا رہے ہیں؟ مغرب میں اگر ان چیزوں کی اجازت ہے تو وہاں سیکس فری معاشرہ ہے۔ لیکن یہاں دوہرا معاملہ ہے۔ ایک طرف ہم نوجوان نسل کو یہ زہر خود فراہم کر رہے ہیں اور دوسری طرف ان پر قدغن بھی لگا رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے المناک جرائم پیدا ہو رہے ہیں۔ کبھی گھر سے بھاگ کر شادی کرنا، کبھی غیرت کے نام پر قتل اور کبھی خودکشیاں ہمارے اسی دوہرے معیار کا نتیجہ ہیں۔ لہٰذا اصل عوامی نمائندوں کی ترجیحات درست کرنے کی ضرورت ہے۔

پنجاب میں بچوں کا اغوا

سوال: پنجاب خصوصاً لاہور میں چھوٹے بچوں کے اغوا کے واقعات بہت زیادہ ہو رہے ہیں۔ یہ انتہائی دردناک اور افسوسناک معاملہ ہے اور یہ دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ آپ کے خیال میں یہ واقعات کیوں ہو رہے ہیں اور اس کا تدارک کیسے ممکن ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: ہمارے معاشرے کی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ بچے اغوا ہو رہے ہیں۔ بنیادی طور پر اس کی وجوہات پر غور ہونا چاہیے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ کیا اس کی اصل وجہ بے روزگاری ہے، غربت ہے یا ہمارے ادارے صحیح طور پر کام نہیں کر رہے۔

سوال: یہ ایک مافیا ہے جو یہ کام کر رہا ہے پولیس اور سکیورٹی ایجنسیاں کس کس کو قابو میں کریں؟

غلام مرتضیٰ: والدین بھی آنکھیں کھلی رکھیں اور دوسری بات یہ ہے کہ جو لاء اینڈ فورسز ایجنسیز ہیں جن کا کام عوام کی حفاظت کرنا ہے وہ بھی اس جانب توجہ دیں۔ یہاں لاہور میں کتنی فورسز ہیں۔ پہلے پولیس تھی، پھر ایلیٹ فورس بنائی گئی۔ اب ڈولفن فورس بنائی گئی ہے۔ تین لیولز پر فورسز بن گئی ہیں لیکن ان میں سے اکثر حکمران طبقے کی حفاظت پر مامور ہیں تو عوام کی حفاظت کون کرے گا؟ اب اگر عوام خود اپنی حفاظت کرنے کے چکر میں پڑ گئے تو یہاں پر جنگل کا قانون ہوگا۔ معاشرے میں عوام کا جائزہ لینا بھی حکومت کا کام ہے کہ کیوں لوگ ایسا کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں؟ کیا یہ لوگ بچوں کو اغوا کر کے دہشت گردی کے لیے استعمال کریں گے یا ان سے گداگری کروائیں گے؟ لہٰذا ایسے جرائم کو روکنے کے لیے ایک مربوط پروگرام کی ضرورت ہے۔

ایوب بیگ مرزا: یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ پولیس کہاں کام کر سکتی ہے اور کہاں نہیں کر سکتی۔ ایک بندہ اچانک اُٹھے اور اپنے پڑوسی کو قتل کر دے تو اس میں آپ کہہ سکتے ہیں کہ پولیس کس طرح انوالو ہو۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی باقاعدہ منظم گروہ ہو، کوئی مافیا تیار ہو، کوئی شراب کی بھٹی کھولے، کوئی جوا خانہ بنائے اور پولیس بے خبر رہے۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ جرائم پیشہ افراد میں جتنی گروپ بندی ہوتی ہے اس کی پولیس کو اطلاع ہوتی ہے۔ یعنی جب کوئی باقاعدہ منظم گروپ بنایا جاتا ہے تو ان کے آپس میں رابطے ہوتے ہیں تب ان کا نیٹ ورک چلتا ہے۔ اس میں پولیس کا کام بنتا ہے کہ وہ ان کا سراغ لگائے۔ لیکن ہمارا معاشرہ اس قدر بگڑ چکا ہے کہ یہاں بہت سی چیزیں پولیس کی سرپرستی میں ہوتی ہیں۔

> اپنی کمزوری پر قابو پانے کے لیے ضروری ہے کہ ہماری حکومت اور عسکری قیادت دونوں مل کر سب سے پہلا کام یہ کریں کہ اپنے دشمنوں سے امداد لینا بند کر دیں۔

اسرائیلی اور پاکستانی فضائیہ کی مشترکہ مشقیں

سوال: میڈیا میں خبریں آ رہی ہیں کہ پاک فضائیہ پاکستان کے ازلی دشمن اسرائیل کی فضائیہ کے ساتھ مشترکہ مشقیں کرنے جا رہی ہے۔ اس خبر میں کس حد تک صداقت ہے؟ اگر یہ خبر ٹھیک ہے تو کیا ایسا کرنا ملک و قوم کے مفاد میں ہوگا؟

ایوب بیگ مرزا: یہ خبر تقریباً تمام اخبارات میں آئی ہے اور اس کے درست ہونے کا ایک ثبوت تو یہ ہے کہ کسی طرف سے بھی تردید نہیں آئی۔ ورنہ اتنی بڑی خبر کی تردید ضرور ہوتی۔ بانیانِ پاکستان کا اسرائیل کے بارے میں موقف بڑا واضح تھا۔ قائداعظم تو پہلے کہہ چکے تھے کہ Israel is the illegitimate child of west. ''اسرائیل ویسٹ کا ناجائز بچہ ہے''۔ یعنی اسرائیل کو ریاست تسلیم کرنے کے لیے ہمارے قائد تیار نہیں تھے۔ ہمارے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان جب امریکہ کے دورے پر گئے تھے تو وہاں اسرائیل نے انہیں پاکستان کے لیے بہت پُرکشش معاہدوں کی پیش کش کی تھی اور بہت بڑا پروٹوکول دیا تھا۔ لیکن ایک بہت بڑے عشائیے میں انہوں نے یہودیوں کو صاف کہہ دیا تھا کہ Gentlemen! our souls are not for sale. یعنی ''ہماری ارواح برائے فروخت نہیں ہیں''۔ آج ہمارے سیکولرسٹ کہتے ہیں کہ اسرائیل کے ساتھ اصل تنازعہ جن عرب ریاستوں کا ہے وہ جب اسرائیل کو تسلیم کرتی جا رہی ہیں تو پاکستان کو کیا تکلیف ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عرب ریاستیں یقیناً مسلمان ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی نظریاتی ریاست نہیں ہے۔ یعنی ان میں سے کسی بھی ریاست کا وجود لا الٰہ الا اللہ کی بنیاد پر نہیں ہے۔ لہٰذا ہمارا مسئلہ الگ ہے۔ ہمارے لیے یہ دنیاوی مسئلے سے زیادہ روحانی اور دینی مسئلہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر عرب ریاستوں نے اسرائیل کے ساتھ اپنے تعلقات بہتر کیے ہیں تو کیا اسرائیل کا رویہ بھی ان کے ساتھ دوستانہ ہوا ہے؟ کیا فلسطینیوں پر ظلم و تشدد کم ہوا ہے؟ مجھے سب سے بڑا اعتراض ان مشقوں پر یہ ہے کہ پاکستان کے اسرائیل کے ساتھ سفارتی تعلقات نہیں ہیں۔

سوال: یہ فیصلہ کون کر رہا ہے؟ اور کون اس کا ذمہ دار ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ظاہر ہے فائنل تو حکومت ہی کرتی ہے۔ لیکن عسکری قیادت کی طرف سے اس کا پروپوزل جاتا ہے تو حکومت فائنل کرتی ہے۔

سوال: یہ ہماری عسکری قیادت کے پیش نظر نہیں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: عسکری اور سیاسی قیادت دونوں کے پیش نظر ہوں گے لیکن چونکہ ہم معاشی لحاظ سے اتنے کمزور ہو چکے ہیں کہ ہمیں ڈکٹیشن قبول کرنی پڑتی ہے۔ ہم نے ڈرون حملہ کے جواب میں کیا کیا؟ کیا کوئی انڈیا پر ڈرون حملہ کر سکتا ہے؟ چائنہ پر ایک جہاز امریکہ کا آیا تو اس نے گرا مارا۔ ایران نے بھی امریکی ڈرون مار گرایا۔ لیکن پاکستان کی اپنی کمزوریوں کی وجہ سے امریکہ ناجائز فائدہ اُٹھا رہا ہے کیونکہ ہم معاشی اعتبار سے ان پر انحصار کرتے ہیں۔ ہماری افواج امریکہ سے اسلحہ لے رہی ہیں تو اس کو ناراض کیسے کریں؟ اپنی کمزوری پر قابو پانے کے لیے ضروری ہے کہ ہماری حکومت اور عسکری قیادت دونوں مل کر سب سے پہلا کام یہ کریں کہ اپنے دشمنوں سے امداد لینا بند کر دیں کیونکہ ہمارے دین میں یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست بنانے سے منع کیا گیا ہے۔ لیکن یہودیوں اور مشرکین کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ تمہاری مخالفت میں زیادہ بڑھ کر ہوں گے۔ ان قرآنی احکامات کے باوجود ہمارا یہودیوں کی طرف اس طرح بڑھنا انتہائی تشویشناک ہے اور دنیاوی طور پر کوئی دلیل موجود ہو یا نہ ہو ہمارے لیے یہ دلیل کافی ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ نے ہمیں ان سے بچنے، ان سے محفوظ رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

......کہ اہلِ ہند کی تقدیر بدل جائے!

سید وجاہت علی

بہار ہندوستان کے شمال مشرق میں واقع خاصی بڑی اور اہم تاریخی ریاست ہے۔ اس خطے نے ہند کی بڑی بڑی سلطنتوں کا عروج دیکھا۔ ریاست بہار کے شمال میں نیپال ہے جہاں گوتم بدھ پیدا ہوئے۔ بدھا نروان کے حصول کے لیے سفر کرتے کرتے بہار آ پہنچے جہاں آخر کار انھیں نروان مل گیا۔ پھر جب گوتم بدھ کی زندگی میں اور ان کے انتقال کے بعد بدھ مت پھیلا تو بہار عظیم بدھ سلطنتوں کا حصہ رہا۔ بہار‘ جس کی تاریخ صدیوں پر محیط ہے‘ آج ہندوستان کے انتہائی غربت زدہ علاقوں کی فہرست میں شامل ہوتا ہے۔ ہند کی ان بدقسمت ریاستوں یا علاقوں میں بہار کے علاوہ چھتیس گڑھ‘ جھاڑکھنڈ اور یوپی سرفہرست ہیں۔ ان ریاستوں کی بھی تاریخ ہے جو کبھی عروج پر تھیں اور آج بدترین معاشی زوال کا شکار ہیں۔

مسلمانوں کی آمد سے قبل ہندوستان برہمنی استبداد کے پنجوں تلے کراہ رہا تھا۔ محمد بن قاسم اہل ہند کے لیے نجات دہندہ بن کر آئے۔ ان کے ہاتھ میں اس نظام عدل کا جھنڈا تھا جو اس سے قبل اہل فارس کو کسریٰ اور اہل روم کے ایک بڑے حصے کو قیصر کے ظلم واستبداد سے نجات دلا چکا تھا۔ محمد بن قاسم کے ہم عصر قتیبہ بن مسلم وسطی ایشیا میں اور موسیٰ بن نصیر مغربی یورپ تک اس پرچم کو لے جانے کے لیے نکل چکے تھے۔ عدل کی روشنیوں کے سامنے ظلم‘ استحصال اور ناانصافی کی کثیف تاریکیاں سمٹ رہی تھیں۔ محمد بن قاسم خود کو ایک عام انسان تصور کرتا تھا لیکن بہت سارے دیوتاؤں کو ماننے والوں کی سرزمین کے باسیوں کے لیے وہ ایک دیوتا سے کم نہ تھا جس نے اپنے اخلاق سے ان کے دلوں کو فتح کر لیا تھا۔ محمد بن قاسم جنوب سے ہند میں داخل ہوئے تھے۔ سندھ کے نصیب میں باب الاسلام بننا ٹھہرا تھا۔ تقریباً تین سو سال بعد شمال مغرب سے محمود غزنوی نے لشکرکشی کی اور لاہور تک کے علاقے پر اپنی سلطنت قائم کر لی۔ غزنویوں کا مرکز افغانستان تھا۔ ان پر زوال آیا اور ان کی جگہ غوریوں نے لے لی۔ غوری سلطنت کے شہاب الدین اور پرتھوی راج کے درمیان میں دو معرکے ہوئے۔ پہلی جنگ ترین 1191ء میں لڑی گئی۔ اس جنگ میں غوری شکست کھا گئے لیکن ترین کی اگلی لڑائی میں‘ جو 1192ء میں ہوئی‘ کامیاب رہے۔ اس کے بعد شہاب الدین غوری نے اپنے ایک غلام قطب الدین ایبک کو ہندوستان میں اپنا قائم مقام مقرر کیا۔ قطب الدین ایبک غلام تھے‘ ان کے بعد میں آنے والے بادشاہ بھی غلام تھے۔ اس وجہ سے یہ حکومت خاندان غلاماں کی حکومت کہلائی۔ خاندان غلاماں کا اقتدار 1206ء سے 1290ء تک رہا۔ 1290ء میں خلجیوں نے باگ ڈور سنبھال لی۔ خاندان غلاماں 1206ء سے 1290ء‘ خاندان خلجی 1290ء سے 1320ء‘ خاندان تغلق نے 1320ء سے 1414ء‘ خاندان سید 1414ء سے 1451ء اور خاندان لودھی 1451ء سے 1526ء تک مسند نشین رہا۔ 1526ء میں مغل تخت نشین ہوئے۔

مغلوں نے کج فہمی کا مظاہرہ کیا تھا اور انگریزوں کو ہندوستان میں تجارت اور رہائش کی اجازت دے کر گویا اپنے ”گورستان شاہی“ کی بنیاد رکھ دی۔ انھوں نے خود اپنے اقتدار کی قبر کھودی جس میں 1857ء میں مغلیہ سلطنت کا جنازہ عبرت ناک مناظر کے ساتھ دفن ہوا۔

ہند کے مسلم سلاطین میں اچھے بادشاہ بھی تھے اور برے بھی لیکن اقلیتوں کے ساتھ تقریباً سب نے ہی مثالی برتاؤ رکھا تھا۔ اورنگ زیب نے‘ جس کے متعلق بعض مورخین متعصبانہ رائے رکھتے اور معاندانہ انداز میں اس کی کردارکشی کی کوشش کرتے ہیں‘ ہندوؤں کے ساتھ رواداری اور وسعت قلبی کا مظاہرہ کیا۔ اس نے مندر نہیں ڈھائے تھے بلکہ انھیں مندر تعمیر کرنے کی اجازت دی تھی۔ میسور کے ٹیپو کی شہادت پر اشک زاری کرنے والوں میں محض مسلمان عورتیں نہ تھیں بل کہ ہندو خواتین کی دھاڑیں سن کر دل دہل جاتے تھے۔ سلاطین دہلی اور مغل سلسلے میں خواہ کیسے ہی حکمران آئے ہوں‘ اقلیتوں کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک میں وہ دنیائے اسلام کے دیگر ہم عصر سلاطین سے کم نہ تھے۔ ہندوستان کی معیشت بھی دنیا کی مضبوط معیشتوں میں سے تھی۔ گوکہ وہاں اشرافیہ کا وجود اور غربت بھی رہی ہوگی لیکن استخوانی غربت بہرحال کہیں نہیں تھی کہ تن ڈھانپنے کو کپڑے نہ ہوں اور زندہ انسانوں کے جسم مردوں کے مماثل ہوں۔

انگریز تجارت کے بہانے آئے اور رفتہ رفتہ اپنی عیاریوں اور سازشوں سے پورے ہند پر قابض ہو گئے۔ ان کی بحریہ مضبوط تھی اور انھوں نے سب سے پہلے ساحلی علاقوں کو اپنا مسکن بنایا تھا۔ وہ بنگال کا سونا اپنے ساتھ انگلستان لے گئے۔ بنگال میں انھوں نے بڑے ننگ انسانیت حربے استعمال کیے۔ (انگریز انفرادی سطح پر اخلاقیات کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن دوسری قوموں کے ساتھ معاملے میں میکیاویلی کے The Prince سے بھی بدتر رویہ روا رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک جو برتاؤ فرد کی حیثیت میں معیوب سمجھا جاتا ہے‘ قومی سطح پر اس سے زیادہ مستحسن شے دنیا میں کوئی نہیں ہوتی۔ برصغیر میں جس علاقے پر بھی انھوں نے قبضہ کیا‘ وہاں ظلم وستم کی ایسی داستانیں وجود میں آئیں کہ ہلاکو اور چنگیز کی ارواح بھی متحیر رہ گئی ہوں گی۔) بنگال کی معیشت ختم ہو کر رہ گئی۔ وہاں کا ریشم دنیا میں مشہور تھا۔ انگشتری کے حلقے میں سے بنگالی کاری گروں کے تیار کیے ہوئے ریشم کا پورا تھان گزر سکتا تھا۔ اہل یورپ ایسا ریشم تیار کرنے سے اس وقت عاجز تھے۔ بنگالی کپڑے کے سامنے ان کا کپڑا کہاں بکتا؟ چنانچہ انھوں نے بنگال کے ماہروں کے انگوٹھے سرکنڈوں سے کٹوا دیے تا کہ وہ ایسا ریشم تیار نہ کرسکیں۔ عفریت فرنگ کے ہتھکنڈوں سے ہند کی معیشت زوال پذیر ہوتی چلی گئی۔ انگریز Symbiosis کی بجائے بدترین parasite ثابت ہوئے۔ فرنگی آکاس بیل شجر ہند کو کھا گئی۔ ہندوستان کے باسیوں پر غربت چھانے لگی۔ سمندر پار سے آئے فرنگی مقامروں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان میں نفرت کی خلیج پیدا کرنے اور وسیع کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ رکھا۔ تقسیم کرو اور حکومت کرو کی پالیسی کے تحت انھوں نے نفرت کی ایسی آگ سلگا دی جو پھیلتی ہی چلی گئی ورنہ اس سے قبل ہندو اور مسلمان مذہبی

اور دیگر اختلافات کے باوجود پرامن طریقے سے رہتے آئے تھے۔ انگریزوں نے محمود غزنوی کے حوالے سے داستان گھڑلی کہ محمود غزنوی نے سومنات پر حملہ کرکے وہاں کے بت کو توڑا تھا۔ اور اُس کا اصل مقصد مندر کی دولت لوٹنا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ سومنات سے پہلے کئی دوسرے ایسے مندر تھے جو زیور و جواہرات اور دولت سے بھرے ہوئے تھے لیکن محمود غزنوی سومنات پر اس لیے حملہ آور ہوئے کہ یہ مندر مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا گڑھ بن چکا تھا۔ انگریز نے یہ افسانہ طرازی ''تقسیم کرو اور حکومت کرو'' کی پالیسی کو عملی شکل دینے کے لیے کی۔ بہرحال 1947 میں ہندوستان آزاد ہوگیا۔ پاکستان اور ہندوستان وجود میں آگئے۔ شاید کہ اب ہندوستانیوں کی تقدیر بدل جاتی لیکن ایسا نہ ہوا۔ ہندوستانی مزید غریب ہوتے چلے گئے۔ بجائے اس کے' کہ ہندوستانی حکومت اپنے ہم وطنوں کی فلاح و بہبود پر توجہ مرکوز کرتی' انھوں نے پاکستان کو اپنے دل کی پھانس اور خارجہ پالیسیوں کا محور بنا لیا' چنانچہ اس کے بجٹ کا بیش تر حصہ معیشت وصحت کی بجائے دفاع (یعنی جارحیت) کے لیے مخصوص ہوتا رہا اور اس میں تخفیف کی بجائے افزودگی ہوتی جا رہی ہے جب کہ ہندوستان میں اب تک استخوانی غربت نے پنجے جمائے ہوئے ہیں۔ اگر احساس اور ضمیر مر نہ گئے ہوں تو ہندوستان کے غریبوں کی' چاہے ہندو ہوں یا مسلمان' تصویریں دیکھ کے دکھ کی لہریں وجود میں سرایت کرجاتی ہیں۔ جسم پر لباس کے نام پر چیتھڑے' مردوں کی مانند نحیف ولاغر جسم' پچکے ہوئے گال' دھنسی ہوئی آنکھیں اور قلت خوراک کی وجہ سے سیاہ سے سیاہ تر ہوتی رنگت...... انسان کا جگر ہی کٹ کر رہ جائے۔ ایسی انسانیت سوز غربت کے اسباب: ہندوستان کے جارحانہ اور توسیع پسندانہ عزائم (Hegemonic Designs) جن کی وجہ سے بجٹ کا زیادہ حصہ ''دفاعی اداروں'' کی نذر ہو جاتا ہے' کرپشن اور ناقص معاشی پالیسیاں ہیں۔ دیگر وجوہات بھی ہیں لیکن بنیادی اسباب یہ ہی ہیں۔ معمار پاکستان قائداعظم کی خواہش تھی کہ ہندوستان پاکستان کے تعلقات امریکہ اور کینیڈا جیسے ہوں۔ لیکن برہمنی سامراج نے پاکستان کو کبھی دل سے تسلیم نہیں کیا۔ اول دن سے ہی مملکت خداداد پاکستان کو مٹا دینے کے درپے رہے۔ اپنے فوجی بجٹ میں اضافہ ہی کرتے آ رہے ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق ہندوستان ان ممالک میں پانچویں نمبر پر ہے جو اپنی جی۔ڈی۔پی کا بڑا حصہ دفاعی امور کے لیے مختص رکھتے ہیں۔ IISS کی رپورٹ World Mililtary Balance 2016 کے مطابق ہندوستان کے 2016 میں فوجی اخراجات 51.6 (اکیاون اعشاریہ چھ) بلین ڈالر ہیں جو جی ڈی پی کا 4.1 (چار اعشاریہ ایک) ہے۔ گزشتہ برس بی۔جے۔پی حکومت کے وزیر برائے دفاعی اور مالیاتی امور' ارون جیٹلے نے سال 15-2014ء کا بجٹ پیش کرتے ہوئے کہا:

"There can be no compromise with the defence of our country. I therefore propose to allocate an amount of 2,29,000 crore for the current financial year for Defence. ... Modernization of the armed forces is critical to enable them to play their role effectively in the Defence of India's strategic interests. I, therefore, propose to increase the capital outlay for Defence by 5,000 crore over the amount provided for in the interim Budget. This includes a sum of 1,000 crore for accelerating the development of the Railway system in the border areas. Urgent steps would also be taken to streamline the procurement process to make it speedy and more efficient."

اس اقتباس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہندوستانی حکومت اپنے دفاع کے معاملے میں کتنی حساس ہے لیکن سوال یہ ابھرتا ہے کہ ہندوستان کو آخر کس سے خطرہ ہے؟ ہند کے پڑوس میں کوئی ایسی ریاست نہیں جو ہندوستان سے رقبے میں بڑی اور وسائل میں آگے ہو؟ جارحانہ عزائم کی پرورش کر رہی ہو؟ پھر ایسا خطیر بجٹ چہ معنی دارد؟ ارون جیٹلے کے اعتراف کے مطابق سرحدی علاقوں میں ریلوے نظام کی بہتری کا مطلب؟ کیا اس صورت حال میں پاکستان کی سرحدیں محفوظ ہیں؟

فی الواقعی پاکستان ان حالات میں مجبور ہے کہ وہ بھی اپنے بجٹ کا خاطر خواہ حصہ دفاع کے لیے مخصوص رکھے۔ لبرل سیکولر طبقات کو شکایت ہے کہ پاکستان کی خارجہ پالیسی Indian-centric ہے' جب کہ حقیقت یہ ہے کہ بھارت کی خارجہ پالیسی Pakistan-centric ہے اور پاکستان کی خارجہ پالیسی اس کا ناگزیر ردعمل ہے۔ پاکستان اپنے دفاع کو مستحکم نہ رکھے تو خطے میں توازن طاقت (Balance of Power) غیر متوازن ہو جائے گا۔ اگر پاکستان نیوکلیر طاقت نہ ہوتا تو کیا برسراقتدار ہندوستانی سامراج اس پر حملہ نہ کر بیٹھتا؟

ضرورت رشتہ

☆ بیٹا، عمر 26 سال، تعلیم بی کام، ذات کشمیری، شارجہ میں جاب (Real State Company) کے لیے نیک، خوبصورت، دیندار، 22 سالہ بی اے پاس لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔
برائے رابطہ: 0347-4860924

☆ لاہور میں مقیم فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، تعلیم ایم کام پنجاب یونیورسٹی، بی ایڈ، قد 5.5 کے لیے نیک سیرت تعلیم یافتہ، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ رابطہ: 0333-4749339
0302-4030748

☆ راجپوت فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 28 سال، تعلیم بی اے، خلع یافتہ (ہمراہ 5 سالہ بیٹا)، قد 5.4 کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔ برائے رابطہ: 0322-4480494

☆ حافظ قرآن مرد، تعلیم بی اے، عمر 44 سال، شیخ صدیقی فیملی، اردو سپیکنگ، اپنا کاروبار، ذاتی مکان، پہلی بیوی سے مکمل علیحدگی، اولاد نہیں ہے۔ 30 سال تک کی حافظہ یا عالمہ بیوہ یا کنواری کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔ لاہور کے گردونواح والوں کو ترجیح دی جائے گی۔ رابطہ: 0320-9466926
0312-4179711

☆ لاہور میں رہائش پذیر اردو سپیکنگ فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 30 سال، تعلیم بی بی اے، قد 5.8، ذاتی کاروبار کے، لیے صوم وصلوٰۃ اور پردے کی پابند خوب سیرت وصورت لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0310-4446858

☆ خاتون، عمر 33 سال، تعلیم بی اے، مطلقہ (ہمراہ دو بچیاں، 6، 8 سال) کے لیے دینی مزاج کے حامل، برسرروزگار مرد کا رشتہ درکار ہے۔ بچیوں کے اخراجات بشمول شادی اخراجات بذمہ لڑکی کے عزیزان ہوں گے۔
برائے رابطہ: 0300-9405236
0345-4027067

Will the Policy-makers reflect?

We sincerely hope and pray that the policy-makers in Pakistan review the recently passed Cyber-crime Bill 2016, before the President endorses it thus promulgating it as the law of the land, in order to remove all inadequacies in it. What follows is a list of certain concerns regarding the content of the bill. The concerns are in no way exhaustive and are for the purpose of advising the decision makers to review the bill before promulgation as well as for general informational purposes.

Q1: What is the definition of:

a. Hate speech

b. Trying to create disputes

c. Spreading of hatred on the basis of religion or sectarianism; and

\- Why is spreading hatred and bigotry on the basis of ideologies of secularism, feminism, liberalism and neo-liberalism not included?

Q2: Why is there no mention of uploading, accessing and sharing Blasphemous material along with the relevant definitions and punishments included in the bill?

Q3: Why is there very little mention of uploading, accessing and sharing Pornographic and Obscene material and no mention of the relevant definitions and punishments included in the bill?

Q4: Why is the burden of Responsibility for trying to reduce all types of cyber-crime, particularly storage and sharing of inappropriate material not put on ISPs (Internet Service Providers) and MSPs (Mobile Service Providers)?

Q5: How can it be ensured that law enforcement agencies do not abuse the extraordinary powers given to them in the bill. against any individual or organization because of 'orders' from the top or just because of prejudice?

Q7: Why did the government of Pakistan not launch a nation-wide education campaign for the understanding and preparedness of the general public regarding the legal use of cyberspace and the consequences of failing to do so, before the bill was produced and will soon be implemented as the law of the land?

Q8: Why has the right to legal privacy of a natural person, guaranteed in the 1973 Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, not been considered adequately in this bill? Moreover, how come the punishment of cyber-crimes considered as offences in the bill are so harsh?

Q9: What is the definition of sensitive basic information? What falls under the domain of sensitive and non-sensitive?

Q10: Commercial organizations of all kinds, including cellular service providers, media channels and some departments of the government itself continuously send messages that are irritating to others and they do it for marketing purposes. Do these form part of the crime mentioned in section 3?

Q11: What would be the definition of a website created for negative purposes.

Q12: Which activities would fall under:

a. forcing an individual for immoral activity

b. publishing an individual's picture without consent

c. sending obscene messages

d. unnecessary cyber interference

\- Almost all of the social media, the main stream media and billboards on streets

streets are using almost all of the points mentioned under Section 5.

Q13: What is the definition of interfering in sensitive data information systems?

Q14: Which kind of data would be defined as unauthorized?

Q15: What would define:

a. obtaining information about an individual's identification

b. selling the information

c. retaining it with self

- It is done regularly by banks, credit card companies, mobile service providers, stores and even the government.
- Social networking services such as Facebook, Twitter etc. do that all the time.

Q16: Definition of 'unauthorized' issuing of a sim card is required in detail.

Q17: Wireless sets and cell phones are modified for various legal purposes all over the world by individuals with no wrong intention such as for watching TV or managing a toy car. Is that a crime?

Q18: What would amount to spreading of misinformation about an individual?

- The media does that all the time.

We are concluding by providing this advice to the parliament of the Islamic Republic of Pakistan. An in-depth review of the Cyber-crime Bill, 2016, will only enhance their stature and not diminish it. Moreover, they have the unique opportunity of making it an example of fair, just and equitable piece of legislation, something that has been absent from the political and administrative decision-making processes in Pakistan for the last 69 years. After all, laws ought to be made for the benefit of the general public; not for bullying them!

<u>Written by:</u> The Nida e Khilafat Team

بقیہ: فکرِ وطن

اور چور بازاری کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ معاشی بدحالی نے نہ صرف رشتوں کا تقدس پامال کر دیا ہے بلکہ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تمیز بھی ختم کر کے رکھ دی ہے۔ معاشی بے راہ وری نے انسانیت سے بے بہرہ کر دیا ہے۔ غرض یہ کہ ہر کسی نے اپنی اپنی دنیا بسا رکھی ہے۔ کیا پاکستان کے حصول کا مقصد یہی تھا۔ کہاں گیا وہ نعرہ جب کہتے تھے پاکستان کا مطلب کیا...... کیا اپنا وعدہ یاد نہ رہا کہ وطن عزیز میں اسلام نافذ کرنا ہے۔ اب اسلام تو دور کی بات اب تو آپ کی حرکتوں سے شرمائیں یہود و ہنود۔ آپ اپنے ٹیلی ویژن چینل کی صبح کی نشریات تو دیکھیں جو کبھی تلاوت قرآن مجید سے شروع ہوا کرتی تھیں آج ناچ گانے اور بے ہودہ مذاکرات پر مبنی ہیں۔ خبروں میں نیوز کاسٹر کے سر کا دوپٹہ تو کیا اب تو یہ فیشن کی ماڈل لگتیں ہیں۔ جن گھروں سے صبح تلاوت کی آواز آتی تھی اب ہندی گانوں کی دھنیں بجتی سنائی دیتی ہیں۔ سنا ہے اب تو نیا پاکستان بننے والا ہے۔ ہم توبہ کرتے ہیں ایسی بے غیرتی سے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ یہی پاکستان اسلامی پاکستان بنے۔

دوستو! ایک وقت تھا کہ ہماری خواتین شٹل کاک برقعہ اوڑھتی تھیں۔ پھر اس کی جگہ فینسی برقعے نے لے لی تو بڑا واویلا کیا گیا اور رفتہ رفتہ فینسی برقعہ اتر گیا اور اس کی جگہ چادر نے لے لی اور ایک وقت آیا کہ چادر بھی اتر گئی اور فقط ایک ہلکا سا دوپٹہ رہ گیا۔ اب تو صورتحال یہ ہے کہ دوپٹہ گلے سے بھی نکل گیا ہے۔ اس طرح یہ کہ سلیو لیس (بے بازو) لمبی قمیض جس کے چاک ایک ایک گز پھٹے ہوئے اور چلتے ہوئے کو ہلے، ننگے دعوت گناہ نہ سہی بے حیائی ضرور پھیلا رہے ہیں اور اس پر مزید ستم ظریفی یہ کہ شلوار تو اتر ہی گئی اور اس کی جگہ سکن ٹائٹ نے لے لی۔ آج کل بازاروں میں عورتیں کم اور بے حیائی کا سائن بورڈ زیادہ نظر آتی ہیں۔ کیا یہی اسلامی پاکستان ہے؟

کہاں ہیں ان بچیوں کے والدین، بھائی یا شوہر اور ان کی غیرت کہاں ہے۔ مزید کتنا اپنی عزتوں کو ننگا کرنا ہے۔ اللہ سے ڈرو اور عقل کے ناخن لو اور اپنے عقیدوں کو سدھار لو۔ اپنے رخ سیدھے اس اپنے رب کی طرف کر لو اگر فلاح چاہتے ہو وگرنا وہ قادر ہے کہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے۔

معزز خواتین! میک اپ کرنا آپ کا حق ہے لیکن اپنے شوہر کے لئے۔ آپ کا نان نفقہ واخراجات تو شوہر برداشت کرے لیکن آپ کے حسن سے دوسرے محظوظ کیوں ہوں۔ معزز خواتین پردہ کریں۔ قبل اس کے کہ آپ پردہ میں چلی جائیں۔ آئیں اس بے حیائی کی رفتہ یلغار کو روکیں اور اپنے اپنے گھروں کا محاسبہ کریں۔ اپنے محلوں میں اپنا اثر ورسوخ استعمال کرتے ہوئے لوگوں کو قرآن وسنت کا پیغام دیں اور حکومت وقت ایسے قوانین وضع کریں۔ جس سے آنے والے زمانے کے برے اثرات پر قابو پایا جا سکے اور اس کا بہترین حل قرآن وسنت کا نفاذ ہے۔ دیر کیسی کس چیز کا انتظار ہے؟

خدارا! سنبھالو اپنے آپ کو، بیدار کرو اپنے مردہ ضمیروں کو اور حفاظت کرو اپنے قائد کے تحفے کی اور قدر کرو آزاد فضاؤں کی جنہیں ہزاروں نے خون کی ہولی سے رنگ کر ممکن بنایا۔ ماؤں نے گودیں خالی کیں اور بہنوں نے عزتیں پامال کروائیں، اگر ایسا نہیں کیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بھی ایک داستان ہی بن کر رہ جائے ایسی صورت میں کیسا یوم آزادی اور کیسا فیشن آزادی؟؟

☆☆☆

پاکستان کا مطلب کیا؟

لا الٰہ الا اللہ

مرسلہ: اویس پاشا قرنی، کراچی

اصغر سودائی روزانہ ایک قومی نظم لکھ کر لاتے اور جلسے میں موجود افراد کو سناتے تھے۔ ایک دن وہ ایک ایسی نظم لکھ کر لائے، جس کے ایک مصرعہ نے گویا مسلمانوں کے دلوں کے تار کو چھو لیا۔ آپ سے ایک بار پوچھا گیا تھا کہ یہ مصرع کیسے آپ کے ذہن میں آیا تو آپ نے فرمایا کہ:

''جب لوگ پوچھتے تھے کہ، مسلمان پاکستان کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن پاکستان کا مطلب کیا ہے؟ تو میرے ذہن میں آیا کہ سب کو بتانا چاہیے کہ: پاکستان کا مطلب کیا؟'' یہ نعرہ ہندوستان کے طول و عرض مین اتنا مقبول ہوا کہ تحریک پاکستان اور یہ نعرہ لازم و ملزوم ہو گئے اور اسی لیے قائداعظم نے کہا تھا کہ:

''تحریکِ پاکستان میں پچیس فیصد حصہ اصغر سودائی کا ہے۔''

شب ظلمت میں گزاری ہے
اٹھ وقت بیداری ہے
جنگ شجاعت جاری ہے
آتش و آہن سے لڑ جا
پاکستان کا مطلب کیا؟
لا الٰہ الا اللہ

ہادی و رہبر سرورِ دیں
صاحب علم و عزم و یقین
قران کی مانند حسیں
احمد مرسل صلی علیٰ
پاکستان کا مطلب کیا؟
لا الٰہ الا اللہ

چھوڑ تعلق داری چھوڑ
اٹھ محمود بتوں کو توڑ
جاگ اللہ سے رشتہ جوڑ
غیر اللہ کا نام مٹا
پاکستان کا مطلب کیا؟
لا الٰہ الا اللہ

جرات کی تصویر ہے تو
ہمت عالمگیر ہے تو
دنیا کی تقدیر ہے تو
آپ اپنی تقدیر بنا
پاکستان کا مطلب کیا؟
لا الٰہ الا اللہ

نغموں کا اعجاز یہی
دل کا سوز و ساز یہی
وقت کی ہے آواز یہی
وقت کی یہ آواز سنا
پاکستان کا مطلب کیا؟
لا الٰہ الا اللہ

پنجابی ہو یا افغان
مل جانا شرط ایمان
ایک ہی جسم ہے ایک ہی جان
ایک رسول اور ایک خدا
پاکستان کا مطلب کیا؟
لا الٰہ الا اللہ

تجھ میں ہے خالد کا لہو
تجھ میں ہے طارق کی نمو
شیر کے بیٹے شیر ہے تو
شیر بن اور میدان میں آ
پاکستان کا مطلب کیا؟
لا الٰہ الا اللہ

مذہب ہو تہذیب کہ فن
تیرا جداگانہ ہے چلن
اپنا وطن ہے اپنا وطن
غیر کی باتوں میں مت آ
پاکستان کا مطلب کیا؟
لا الٰہ الا اللہ

اے اصغر اللہ کرے
ننھی کلی پروان چڑھے
پھول بنے خوشبو مہکے
وقتِ دعا ہے ہاتھ اٹھا
پاکستان کا مطلب کیا؟
لا الٰہ الا اللہ

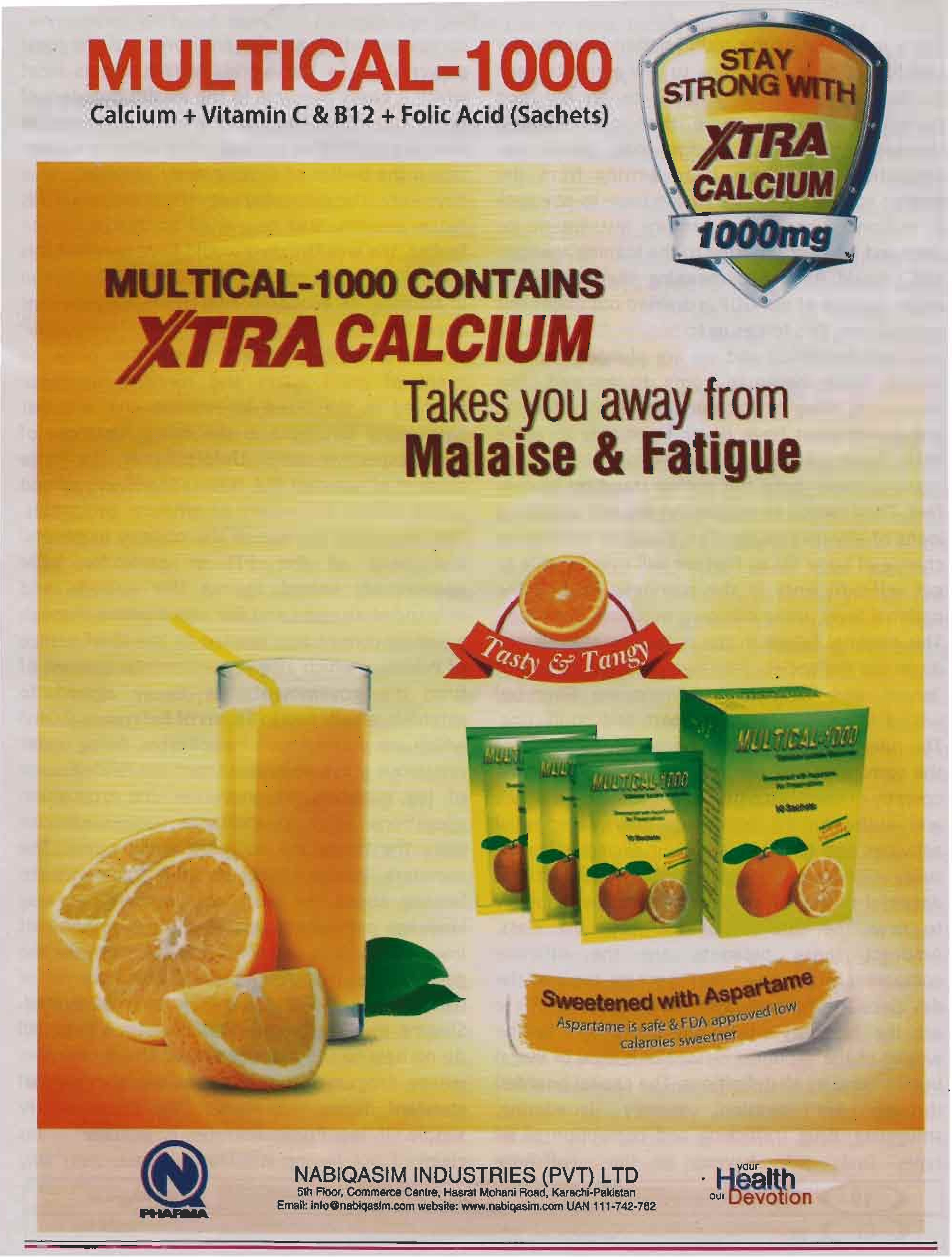
MULTICAL-1000
Calcium + Vitamin C & B12 + Folic Acid (Sachets)
STAY STRONG WITH
XTRA CALCIUM
1000mg
MULTICAL-1000 CONTAINS
XTRA CALCIUM
Takes you away from
Malaise & Fatigue
Tasty & Tangy
MULTICAL-1000
Sweetened with Aspartame
Aspartame is safe & FDA approved low calaroies sweetner
NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road, Karachi-Pakistan
Email: info@nabiqasim.com website: www.nabiqasim.com UAN 111-742-762
PHARMA
your Health our Devotion